سہ ماہی پیشوا لندن

اردو زبان میں لندن سے شائع ہونے والا منفرد سہ ماہی رسالہ

جلد 3 ۔شمارہ 4۔اکتوبر تا دسمبر 2016ء۔زیر ادارت رانا محمد حسن خاں

2.London Road, Morden, Surrey, SM4 5BQ.UK
Email:peshwaltd@gmail.com
www.peshwa.london
Tel:02036747909

RH DREAM EVENTS LIMITED

TEL: 020 3674 7909 MOB: 077 9299 8973

- Venue Hire
- Decoration
- Catering
- Cutlery & Crockery
- Service Staff

BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER BEST OFFER

Package Price

- Event Management
- Cinematic Videography
- Photography
- DJ-Dhoolchi
- Chauffeur Service

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey
Tel. 020 3674 7909 - Mob. 077 9299 8973 (Mon-Fri 10:00 - 17:00)
Email: info@rhacs.co.uk - Web: www.rhdreamweddings.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایڈیٹر رانا محمد حسن خاں

نائب ایڈیٹر محمد ثاقب رشید اکاؤنٹس فرحان خاں مارکیٹنگ مینیجر رانا عبدالصمد خاں

خصوصی تعاون آر۔ایچ ڈریم ایونٹس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

اس شمارہ میں

آیت قرآن الحکیم۔حدیث النبیؐ۔مشعل راہ (اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے)	2
اداریہ (قرض لینا،خودکشی ہے)	3
علامہ اقبال یونیورسٹی اور ڈاکٹر شاہد صدیقی	7
پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام کا نیا اعزاز	8
پاکستان میں بار بار مارشل لا کیوں؟	11
دُنیائے اسلام میں سائنس کے زوال کی وجوہات	14
پاک فوج میں کرپشن کی انتہا	18
ارضِ مقدس	21
لاہور کی کہانی پطرس بخاری کی زبانی	22
ہم کیوں چلیں اُس راہ پر؟	24
ہاتھ دھو کر شام کے پیچھے اجالے پڑ گئے	26
پابلو پکاسو	27
موازنہ ادیان کا بانی ابوریحان البیرونی	28
حبیب آقا رسول اللہ ﷺ کا اپنے دشمنوں سے سلوک	33
نواز شریف کا اقرار اور انکار	36
ہومیو پیتھک نسخہ جات (بالوں کی بیماریاں)	37
کلونجی کے فوائد	39
آوارگانِ دشتِ خار (قسط8)	40
کیا آپ جانتے ہیں؟	44
اکبرؔ حسین الہ آبادی	46
انتخاب پیشوا انٹرنیشنل ڈیسک	47
شعر و شاعری۔مجروحؔ سلطانپوری۔احمد فرازؔ۔ابوالکلام آزاد۔	49
اثرؔ لکھنوی۔ڈاکٹر طارقؔ احمد مرزا۔عبیداللہ علیمؔ۔جمشید اعظمؔ چشتی	50
دوالمیال میں احمدیہ مسجد پر شرپسندوں کا حملہ	51
باتبصرہ خبریں	52

PESHWA URDU MAGAZINE

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

Tel.020.36747909. E-mail. peshwaltd@gmail.com

قیمت فی شمارہ.1 پاؤنڈ سالانہ ممبر شپ فیس برطانیہ 14 پاؤنڈز۔یورپ 18 یوروز آسٹریلیا وامریکہ 25 ڈالرز

آیت قرآن الحکیم

اللہ اُن لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ اُن کو اندھیروں سے نُور کی طرف نکالتا ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے کُفر کیا اُن کے دوست شیطان ہیں۔ وہ اُن کو نُور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں۔ یہی لوگ آگ والے ہیں وہ اِس میں لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔ (سورۃ البقرۃ آیت ۲۵۸)

حدیث النبی ﷺ

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں مکہ میں بیمار ہوا۔ اور رسول اللہ ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا: ''اگر تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو غنی چھوڑ کر جاؤ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں ایسی حالت میں چھوڑو کہ وہ دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں۔'' (صحیح بخاری)

مشعل راہ۔ ''اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے''

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ گو متمول لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے غریب بھائیوں کی مدد کریں اور پھر غرباء میں عزت نفس کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ ''اوپر کا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔'' ان مختصر الفاظ میں آپ نے خودداری اور عزت نفس کی وہ روح بھر دی ہے جس کی کامل تفصیل شاید ضخیم کتابوں میں بھی نہ سما سکتی۔

صحابہؓ کی مقدس جماعت نے جب آپؐ کے اس ارشاد کو سنا تو اسے اپنے سر آنکھوں پر جگہ دی۔ چنانچہ حکیم بن حزامؓ بیان کرتے ہیں کہ آپؐ کے اس ارشاد کے بعد میں نے کبھی کسی سے کوئی امداد نہیں لی۔ مجھے خلفاء کی طرف سے مقررہ امداد کی رقم آتی تھی مگر میں یہ کہتے ہوئے ہمیشہ انکار کر دیتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس ہاتھ کو اونچا رکھنے کا حکم دیا ہے میں اسے نیچا نہیں ہونے دوں گا۔ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی بھی تھے اور داماد بھی تھے اور پھر آپ کے بعد اسلام کے چوتھے خلیفہ بھی ہوئے اور قریش کے ایک نہایت معزز گھرانے سے تعلق رکھتے تھے ان کا ہجرت کے بعد یہ حال تھا کہ کلہاڑا لے کر جنگل میں جاتے اور لکڑی کاٹ کر مدینہ میں لاتے اور اسے بازار میں بیچ کر اپنا گذارا چلاتے تھے۔ مگر کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا۔ ابو ہریرہؓ مشہور صحابی ہیں انہیں بعض اوقات کئی کئی دن کا فاقہ ہو جاتا تھا مگر کبھی کسی سے سوال نہیں کیا ایک دفعہ بھوک نے نڈھال کر دیا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ سے اتنا پوچھا کہ فلاں قرآنی آیت کے کیا معنی ہیں؟ اس میں بھوکوں کو کھانا کھلانے کی تلقین تھی۔ دونوں معمولی تشریح بیان کر کے آگے روانہ ہو گئے۔ اتفاق سے آنحضرت ﷺ یہ گفتگو سن رہے تھے آپؐ نے ابو ہریرہؓ کو آواز دی کہ معلوم ہوتا ہے تمہیں بھوک لگی ہے آؤ ادھر آؤ اور پھر آپؐ نے انہیں کچھ دودھ پینے کو دیا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایک دفعہ ایک سفر پر جاتے ہوئے ایک گھوڑسوار معزز صحابی کا کوڑا ان کے ہاتھ سے نیچے گر گیا۔ اس وقت ان کے آس پاس بعض پیدل لوگ بھی سفر کر رہے تھے مگر انہوں نے خود سواری سے اتر کر اپنا کوڑا اٹھایا اور کسی سے امداد کے طالب نہیں ہوئے۔ اور جب ان کے ایک ساتھی نے ان سے کہا کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ کہہ دیا؟ کہ ہم آپ کو کوڑا اٹھا کر دیتے تھے تو انہوں نے جواب دیا کہ رسول خدا نے سوال سے منع کیا ہے اور میں اگر آپ سے کوڑا اٹھانے کو کہتا تو یہ بھی گویا سوال ہی کا رنگ ہو جاتا۔

آنحضرت ﷺ کی تعلیم کا کمال یہ ہے کہ ایک طرف اغنیاء کو ہدایت دی کہ اگر کوئی سوال کرے تو اسے رد نہ کرو۔ اور دوسری طرف غرباء کو یہ تاکید فرمائی کہ عزت کی روٹی کھاؤ اور سوال سے پرہیز کرو۔ بظاہر یہ دونوں باتیں متضاد نظر آتی ہیں لیکن حق یہ ہے کہ ان دونوں باتوں کا مرکب نظریہ ہی امیر وغریب کے باوقار برادرانہ تعلق کی صحیح بنیاد بن سکتا ہے۔ (مرسلہ محترمہ انا لقمان صاحبہ۔ نیوجرسی۔ بحوالہ چالیس جواہر پارے)

اداریہ (قرض لینا، خودکشی ہے)

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہاں　　　　رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

کہا جاتا ہے کہ بے عزتی اس کی ہوتی ہے جس کی کوئی عزت ہو۔اور اسے کیا کہا جا سکتا ہے جس کی کوئی عزت ہی نہ ہو، میرا دوست کہا کرتا ہے صرف بے غیرت کی عزت نہیں ہوتی۔اس بات کو ہر کوئی جانتا ہے کہ ہندو بنیے کی کھاتے کی کتاب میں بڑے بڑے عزت داروں کی عزت و آبرو قید ہوتی ہے۔جب تک ایک شریف آدمی کی پگڑی آزاد نہیں ہوتی اس وقت تک آرام وچین اس پر حرام ہو جاتا ہے۔اور بے غیرت آدمی وقت آنے پر اپنی بیوی کو بھی داؤ پر لگا دیتا ہے۔قرض لینا یا قرض دینا گناہ کی بات قطعاً نہیں ہے۔ہاں قرض دینے والا مقروض کی حالت دیکھ کر اسے سہولت دے اور مقروض کا یہ فرض ہے کہ مقررہ وقت پر قرض واپس کرے، نا صرف واپس کرے بلکہ خوشدلی بھی دکھائے اور اگر ہو سکے تو کچھ زائد بھی دے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''یقیناً بہترین لوگ وہ ہیں جو ادائیگی میں اچھے ہیں۔'' حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں گناہوں اور قرض سے تیری پناہ چاہتا ہوں کسی کہنے والے نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے قرض کے بارے میں کتنی ہی زیادہ پناہ طلب کرتے ہیں۔اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ایک شخص جب مقروض ہو جاتا ہے تو بات کرتے ہوئے جھوٹ بولتا ہے اور وعدہ کر کے خلاف ورزی کرتا ہے۔(بخاری کتاب الاستقراض)

جس طرح شراب کی لت نے غالبؔ کو مقروض کر دیا تھا اسی طرح اسلامی جمہوریہ پاکستان کو بھی عیاشی کی ایسی لت لگی ہے کہ قرض کے پہاڑ لینے کے باوجود اس کی ضرورتیں جوں کی توں موجود ہیں۔اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حکمرانوں کے عوام کی بہبودی کے نام پر لیے گئے قرضوں کے متعلق چند حقائق پیش خدمت ہیں:۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کے مجموعی قرضے اور واجبات ایک برس کے دوران ۲۶ کھرب، ۱۲ارب اور ۶۰ کروڑ روپے کے اضافے سے ۲۲۴ کھرب، ۵۹ ارب روپے کی بلند ترین سطح تک پہنچ چکے ہیں۔گزشتہ بارہ ماہ کے دوران حکومت کے اندرونی قرضوں کے حجم میں ۱۴ کھرب، ۳ ارب روپے کے اضافہ کے ساتھ ۱۳۶ کھرب ۲۳ ارب اور بیس کروڑ روپے اور آئی ایم ایف کے قرضے، دوسرے بیرونی قرضوں سمیت ۶۰ کھرب ۵۰ ارب ۸۰ کروڑ روپے ہو چکے ہیں۔نئے مالی سال ۲۰۱۶ء ۲۰۱۷ء کے آغاز ہی میں یعنی جولائی سے اگست کے تیسرے ہفتے کے دوران اسٹیٹ بنک سے وفاقی حکومت ۹۲۹ ارب پانچ کروڑ روپے لے چکی تھی۔اڑھائی برس پہلے ہر پاکستانی ۸۷ ہزار روپے کا مقروض تھا۔چند ماہ پہلے ہر پاکستانی ۹۱ ہزار روپے کا مقروض تھا اور اب تک یعنی ۲۰۱۶ء کے آخری مہینے تک ایک لاکھ پندرہ ہزار کا مقروض ہے۔اہم ترین بات یہ ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی تمام آمدنی کا ۷۵ فیصد سے زائد دفاعی امور اور قرضہ کی واپسی اور سود پر خرچ ہوتا ہے۔

اب صورت حال یہ بنتی ہے کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عزت مہاجنوں کے بنک لاکرز میں پڑی ہے۔جب اسلامی جمہوریہ پاکستان کا وزیر اعظم یہ کہتا ہے کہ ہم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم قرض کی ایک اور قسط لے کر بے شرمی کی ایک اور منزل طے کرنے والے ہیں۔جب ہمارا جنرل راحیل شریف ہندوستان کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہے کہ ہم تمہیں ایسا سبق سکھائیں گے کہ تمہیں اسے نصاب میں شامل کرنا پڑے گا تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ آئی یم ایف، ورلڈ بنک یا کسی دوسرے بیرونی مالی ادارے نے قرض کی قسط جاری کر دی

ہے۔کہا جاتا ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنا تھا اس لیے یہ اسلامی ملک ہے۔آیئے دیکھتے ہیں کہ اسلام قرض کے متعلق کیا کہتا ہے۔اور ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مقدس ارشادات پڑھتے ہوئے یہ ذہن میں رکھیے کہ ہر پاکستانی ایک لاکھ ۱۵ ہزار روپے کا تا حال مقروض ہے۔اور یہ بھی یاد رہے کہ پاکستان تقریباً ساڑھے تین ارب ڈالر سالانہ امداد یعنی خیرات بھی لیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا: ''خودکشی نہ کرو۔'' یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا خودکشی کرنا کیسے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قرض سے۔'' (المستدرک۔کتاب البیوع) رسول خدا ﷺ کا یہ مقدس ارشاد ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ بے شرمی سے عادتاً قرض لینا خودکشی کے مترادف ہے۔اور خودکشی اسلام میں حرام ہے۔حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں کفر اور قرض سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں (یہ آپؐ دعا کر رہے تھے) ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہؐ! کیا قرض کا معاملہ کفر کے برابر کیا جائے گا؟ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں۔'' (مسند احمد بن حنبل) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرض کے علاوہ شہید کا ہر گناہ بخش دیا جائے گا۔(صحیح مسلم جلد ۱۰ کتاب الامارۃ حدیث نمبر ۳۴۸۴) ایک حدیث میں ہے کہ ''سوائے قرض کے کیونکہ جبرائیل نے مجھ سے یہ کہا ہے۔'' حضرت امام نوویؒ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ قرض کی ادائیگی کا وقت ہونے کے بعد قرض دینے والے کی اجازت کے بغیر جہاد کی غرض سے سفر کرنا حرام ہے۔(منہاج الطالبین) ایک دفعہ حضرت ابو قتادہؓ آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا۔آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کہ اس پر کوئی قرض تو نہیں لوگوں نے عرض کیا کہ کچھ قرض ہے۔حضور نے دریافت فرمایا: ''کوئی ترکہ بھی چھوڑا ہے۔'' لوگوں نے بتایا کہ کچھ نہیں۔اس پر حضور نے ارشاد فرمایا: ''کہ آپ لوگ جنازہ پڑھ لیں۔'' حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر میں اس کا قرض ادا کردوں تو حضور جنازہ پڑھائیں گے۔آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''ہاں''۔چنانچہ ابو قتادہؓ اٹھے اور گھر سے روپیہ لا کر اپنے مرحوم بھائی کا تمام قرض بے باق کر دیا۔(مسند احمد جلد ۶ صفحہ ۴۰۳)

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفی ﷺ قرض لینے سے اللہ کی پناہ مانگا کرتے تھے اور حتی الامکان قرض لینے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔اگر آپؐ کسی حقیقی ضرورت کے تحت قرض لیتے تو وقت پر اور عمدگی کے ساتھ قرض واپس کرتے اور بڑھا کر دیتے۔ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اسراء والی رات میں نے جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقے کی جزاء دس گنا ہوگی اور قرض دینے کی جزاء ۱۸ گنا ملے گی۔میں نے پوچھا اے جبرائیل! قرض صدقہ سے افضل کیوں ہے؟ (تو جبرائیل نے) جواب دیا کہ سائل اس حال میں سوال کرتا ہے کہ اس کے پاس کچھ ہوتا ہے جبکہ قرض لینے والا صرف ضرورت کے وقت ہی قرض مانگتا ہے۔(سنن ابن ماجہ باب القرض کتاب الاحکام) اس حدیث میں ایک سبق، نصیحت ہے کہ سوائے اشد ضرورت کے قرض نہ مانگیں ورنہ ان کا شمار بھی صدقہ کھانے والوں میں ہوگا۔ہمارے بزرگ نے فرمایا: بعض لوگوں اور (بعض اقوام) نے قرض لینے کو پیشہ بنا لیا ہے، کام کچھ کرتے نہیں، مانگنے کا ذرا بہتر طریقہ یہ اختیار کرلیا کہ قرض لے لیتے ہیں اور اتارنے کی کوئی فکر نہیں ہوتی۔بعض قرض لینے والے بعد میں ڈھٹائی سے کہہ دیتے ہیں کہ ابھی حالات نہیں، ابھی واپس نہیں کر سکتے اور واپس کرنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ایک حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے کسی سے قرض کی رقم لینی ہو اور وہ اس کو مقررہ میعاد گزرنے کے بعد بھی مہلت دیتا ہے تو ہر وہ دن جو مہلت کا گزرتا ہے وہ اس کے لیے صدقہ ہوگا۔'' (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۴۲ مطبوعہ بیروت)

ان مقدس احادیث کے مطالعہ سے یہ بات حقیقت بن کے سامنے آتی ہے کہ پاکستان میں جھوٹ جیسے خبیث بت کی پوجا کیوں ہو رہی ہے اور مکاری بے شرمی کی حد سے نکل کر بے غیرتی کی ذیل میں کیوں داخل ہو چکی ہے؟ پاکستان کو اسلام کا لباس پہنا کر رستے ناسور چھپائے نہیں جا

سکتے ہیں۔کاش یہ اسلام کے نام پر اپنی خبیث حسرتوں کو پورا کرنے کی بجائے اس کی انمول تعلیمات پر عمل کر کے برگزیدہ بنتے۔ہمارے حکمران، سیاستدان، افواج پاکستان، جج صاحبان، مذہبی لیڈران اوران کے آگے جھکنے والی عوام صدقہ کھا کر کبھی بھی خوشحالی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔رسول اللہ ﷺ نے بلاضرورت قرضے اور صدقے کھانے والوں کو کافر اور خودکشی کرنے والا قرار دیا ہے۔نام نہاد اسلامی جمہوریہ پاکستان میں شہیدوں کی لمبی فہرستیں موجود ہیں، اور یہ شہید مقروض مرے ہیں۔آرمی چیف صاحب اور وزیراعظم صاحب کے گالوں کی لالی قرض کے انگاروں کی بدولت ہے۔کاش راحیل شریف صاحب ایک مرتبہ آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اپنا جائزہ لیتے تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے بدن پر سجی وردی کے بٹن تک قرض اور صدقے کی آمیزش کے مرہون منت ہیں یہاں تک کہ وہ چھڑی جسے انہوں جنرل کیانی سے لیا تھا اور اسے بڑی شان سے گھماتے ہوئے جنرل قمر باجوہ کو تھما دیا وہ بھی قرض کی کاریگری ہے۔بلکہ یہ چھڑی اب اس بات کی علامت بن چکی ہے کہ جنرل بے بسی کی تصویر ہیں۔جنرل پرویز مشرف نے اس چھڑی کو استعمال کر کے تھوڑی سی غیرت دکھائی تھی اور اس کے نتیجے میں آئی ایم ایف کے قرضے سے قوم کی جان چھوٹ گئی تھی۔جنرل کیانی نے چھڑی کو ہمیشہ بغل میں رکھا اور ہاتھ ماتھے پر ہر ایرے غیرے کے لیے۔بغیر کسی مزاحمت کے قرضہ، صدقہ کھایا اور چھڑی راحیل شریف کو دے دی اور یہ جنرل بھی قرض اور صدقے کے پیسوں سے بڑے بڑے پوسٹر بنوا کر اور قرض کے بارود سے ضرب عضب نامی نامکمل کھیل چھوڑ کر چھڑی جنرل قمر کو دے کر رخصت ہو گیا۔نواز شریف صاحب اور ان کے ساتھی قرض اور صدقہ کھلا کر عوام کو عظیم بنانے کا اظہار کر کے قوم کو مزید مکاری سکھاتے ہیں۔مولوی بھی عجیب مخلوق ہیں مشہور قاتل ممتاز قادری کے جنازہ کے لیے لاکھوں افراد اکٹھے کر لیتے ہیں، مگر قرض اور صدقہ خیرات کے لیے بنے حکومتی کشکول کی طرف دیکھتے بھی نہیں، شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ان مولویوں، مدرسوں اور مدرسہ کے طالب علموں کی زندگیوں کا مدار مانگے تانگے کے کھانے پر ہے۔اب تو شاعر لوگ بھی کہنے لگے ہیں

ہماری زندگی ہے اک حسین سزا زیست اپنی ہے غم پرائے ہیں
ہم کن مفلسوں کی دنیا میں قرض کی سانس لینے آئے ہیں

توجہ فرمائیں

پیشوا ادارہ کا کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق نہیں ہے۔پیشوا ادارہ تمام سیاسی و مذہبی شخصیات کا تہہ دل سے احترام کرتا ہے مگر ان کے غلط نظریات اور افکار کو بیان کرنے کی قارئین کو اس غرض سے اجازت دیتا ہے تاکہ متذکرہ شخصیات اپنی اصلاح کر سکیں۔اگر کوئی شخص سمجھے کہ اسے غلط طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے تو وہ بھی حق رکھتا ہے کہ وہ بھی ناقدین کی اصلاح کے لئے اپنا موقف پیش کرے اور ادارہ ایسے مضامین کو شائع کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ادارہ پیشوا بلاتفریق مذہب و ملّت خدمت کا دعوے دار ہے۔سبھی رسالہ میں اپنے افکار اور خیالات کا اظہار کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ادارہ پیشوا اُن تمام قلمکاروں کو دعوت دیتا ہے جو سمجھتے ہیں کہ وہ لکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ادارہ اپنے قارئین کی آراء اور مشوروں کا منتظر ہے۔آپ کی تجاویز کا خیر مقدم کیا جائے گا اور قارئین کی آراء پر غور بھی کیا جائے گا۔انشاء اللہ۔ (ایڈیٹر پیشوا انٹرنیشنل)

ضیاء الحق کردار کا غازی شخص؟

یہ بات ہمیشہ زبان زد عام رہی ہے کہ سیاستدان کا کردار داغدار ہوتا ہے۔ عوام یہ جانتے ہیں کہ مقتدر شخص جنسی بے راہ روی کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ملک کی غالب آبادی کا بڑا حصہ جنرل ضیاء الحق کی اسلامی طبع کا مکمل معترف رہا اور ضیاء الحق کی صورت میں ایک سچا پکا اور کردار کا غازی شخص ان کے سامنے رہا لیکن جب معلومات کا بہاؤ تیز ہوا تو معلوم ہوا کہ ایک سابق ڈی آئی جی پولیس حاجی حبیب الرحمان کے مطابق ضیاء الحق نا صرف خوبصورت عورتوں کا رسیا تھا بلکہ وہ غیر ملکی عریاں فلمیں بڑے شوق سے دیکھا کرتا تھا اور ایک بار اس نے یہ فلمیں دیکھیں تو صبح اپنے پرانے دوست عطا ربانی شیفتہ کو کہا ''یار ہماری بیویاں تو گائیں بھینسیں ہیں، اصل عورتیں تو مغربی ممالک کی ہیں۔'' عطا ربانی شیفتہ کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ خود صدر محترم کے لیے خوبصورت اور نوجوان لڑکیوں کا بندوبست کرتا رہا۔ بہت عرصے تک یہ الزام بھی لگایا جاتا رہا کہ صدر ضیاء الحق نے معروف گلوکارہ شمسہ کنول کے ساتھ باقاعدہ شادی کر رکھی تھی لیکن شمسہ کنول نے کبھی بھی اس الزام کی تصدیق یا تردید نہیں کی۔ (پاکستان میں جسم فروشی صفحہ ۱۵، ۱۶ از شبنم سلطانہ)

افواجِ پاکستان میں فرقہ واریت

جنرل ضیاء کے مارشل لاء سے پہلے کسی باوردی اہلکار کو کسی سماجی یا مذہبی تنظیم کا رکن بننے کی اجازت نہ تھی۔ یہ جنرل صاحب کی 'اسلام سے محبت' کا نتیجہ ہے کہ اب ایک حاضر سروس پیشہ ور فوجی بھی تبلیغی جماعت یا دوسری ایسی مذہبی جماعتوں کا رکن بن سکتا ہے۔ بہت سے ریٹائرڈ آرمی آفیسرز جماعت اسلامی اور جمیعت علمائے اسلام اور اس نوع کی دیگر مذہبی جماعتوں کے رکن بن چکے ہیں۔

آئی ایس آئی کے ایک سابق ڈائریکٹر کا تعلق بھی رائے ونڈ والی تبلیغی جماعت سے تھا اور یہ ان کا معمول تھا کہ وہ ہر جمعرات کو آئی ایس آئی کے جہاز پر اپنے چند تبلیغی دوستوں کے ہمراہ واپس اسلام آباد آجاتے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اس اعلیٰ پوزیشن کا فوجی افسر اگر رائے ونڈ یاترا کے لئے سرکاری ٹرانسپورٹ اور ذرائع کا استعمال کرسکتا ہے تو جماعت کے نام پر اس سے کسی بھی عمل کی توقع کی جاسکتی ہے۔ جہاں تین سٹار والے جنرل کا یہ رویہ ہو وہاں دیگر باوردی افسروں اور ماتحتوں کو سپاہ صحابہ، تحریک جعفریہ، سپاہ محمدؐ، اور لشکر جھنگوی وغیرہ کا رکن بننے سے کو روک سکتا ہے۔ کیا اس صورتحال میں دشمن کے لئے بعض جنونیوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنا ناممکن ہے؟

اگر سرکاری محکموں اور خاص طور پر مسلح افواج میں اس رجحان کی حوصلہ شکنی نہ کی گئی تو اس کے نتائج انتہائی خوف ناک ہوسکتے ہیں۔ یہ وقت کی اہم ضرورت ہے کہ مسلح افواج اور سرکاری محکموں میں بھرتی کے وقت پر کی جانے والی دستاویزات میں سے فرقہ کا خانہ ختم کردیا جائے اور ان افراد کی کسی فرقہ پرست گروپ میں شمولیت پر پابندی لگادی جائے۔ پاکستان میں صرف دو عقائد کے لوگ بستے ہیں۔ مسلمان یا غیر مسلم ان کا کوئی اور تشخص کسی صورت میں بھی قابل قبول نہیں ہونا چاہیے۔ (حساس ادارے صفحہ 163,164)

آتش گل

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اور ڈاکٹر شاہد صدیقی

تحریر: رانا عبدالباقی (آتش گل)

قارئین کرام! چندروز قبل راقم کو عالمی کالم نگار فورم کی دعوت پر علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کے وائس چانسلر جناب ڈاکٹر شاہد صدیقی کی جانب سے اسلام آباد کیمپس میں منعقد کی گئی یونیورسٹی آ گاہی کانفرنس میں شرکت کا موقع ملا جس میں راولپنڈی اسلام آباد اور دیگر شہروں و کراچی سے آئے ہوئے کالم نگاروں، قومی فکر و نظر کے حوالے سے کتابیں لکھنے والے مصنفین، اساتذہ کرام اور ممتاز دانشوروں نے شرکت کی۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا قیام 1974 میں پیپلز اوپن یونیورسٹی کے نام سے عمل میں آیا تھا جس کا نام 1977 میں حکیم الاُمت ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے نام سے موسوم کر دیا گیا تھا۔ عوامی فکری حوالے سے اِس یونیورسٹی کا شمار دنیا کی اپنی نوعیت کی دوسری بڑی عوامی یونیورسٹی کے طور پر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر پروفیسر شاہد صدیقی کو دو برس قبل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کا وائس چانسلر بنایا گیا تھا۔ ڈاکٹر شاہد صدیقی نے اِس سے قبل 13 برس تک یونیورسٹی میں مختلف پوزیشنوں پر کام کیا تھا شاید یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے اِن گزشتہ دو سالوں میں اوپن یونیورسٹی کو اپنے تجربے سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے یونیورسٹی میں ٹیکنیکل اور دیگر شعبہ جات بل خصوص ریسرچ کے شعبے میں کام کو محض فائلوں میں بند رکھنے کے بجائے اِس کے فوائد ریاستی و نجی اداروں، طلباء و طالبات، دانشوروں، بیرون ملک مقیم پاکستانیوں اور ہر خاص و عام تک آن لائین ذریعے سے پھیلانے (dissemination) کا ایک بہت بڑا کام کیا ہے جو یقیناً قابل تحسین ہے۔ آ گاہی کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ڈاکٹر صدیقی نے بہت ہی سہل اُردو زبان میں یونیورسٹی کے تمام پہلوؤں پر گفتگو کرتے ہوئے یونیورسٹی کے ویژن کو بخوبی بیان کیا۔ یہ جان کر خوشی ہوئی کہ یونیورسٹی سے تعلیمی فوائد حاصل کرنے والے افراد کی تعداد اب 13 لاکھ تک جا پہنچی ہے جبکہ یونیورسٹی ہر عمر اور ہر مذہب کے لوگوں اور طلباء و طالبات کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے کیلئے پاکستان بھر میں بشمول دیہاتی علاقوں میں طلباء و طالبات کیلئے انتہائی قابل برداشت فیسوں کیساتھ تعلیمی ماحول فراہم کرتی ہے جس کا بنیادی ویژن یہی ہے کہ علم کے متلاشی ہر عمر کے لوگوں اور ریگولر کالجوں اور یونیورسیٹیوں میں داخلے سے محروم طلباء و طالبات کو تعلیم حاصل کرنے کے مواقع فراہم کر کے اُنہیں نہ صرف ذمہ دار شہری بنایا جائے بلکہ اُن کیلئے سرکاری اور نجی اداروں میں ملازمت کے حصول کیلئے بھرپور مواقع بہم پہنچانے کا دروازہ بھی کھولا جائے۔ ملک بھر میں یونیورسٹی کی جانب سے 44 علاقائی دفاتر، 1200 اسٹڈی سینٹر اور 900 امتحانی مراکز قائم کئے گئے ہیں جبکہ دور دراز علاقوں کے طلباء و طالبات کی سہولت کیلئے یونیورسٹی کے تعلیمی امور اور امتحانات کے متعلق تمام اطلاعات آن لائین مہیا کر دی گئی ہیں۔ یونیورسٹی کی جانب سے ایک اہم کام حالات کے سبب تعلیم سے محروم رہ جانے والی بچیوں اور جرائم میں مبتلا جیل جانے والے نوجوانوں کی اصلاح احوال کیلئے مفت تعلیم کا انتظام بھی کیا گیا ہے تاکہ اُنہیں معاشرے کا اہم شہری بننے میں مدد کی جائے۔ بہرحال گزشتہ دو برس میں ڈاکٹر شاہد صدیقی کی انتھک کاوشوں کے باعث علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی میں تعلیم کے متلاشی افراد کو تعلیمی ماحول فراہم کرنا اور یونیورسٹی میں آرٹس میں تعلیمی ڈگریوں کے حصول تک محدود رکھنے کے بجائے تعلیمی میدان کو سائنسی و ٹیکنیکل علوم اور ریسرچ کی تعلیم کو ایم فل و ڈاکٹریٹ تک وسیع تر کرنے میں ڈاکٹر

شاہد صدیقی کی کاوشیں قابل تعریف ہیں۔
اِس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور دنیا بھر کے دانشور بھی اِس اَمر پر متفق ہیں کہ تعلیم ہی ترقی کا زینہ ہے جبکہ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی دنیا بھر میں تعلیم سے محروم لوگوں میں علم کی روشنی پھیلانے کے حوالے سے دوسرے نمبر پر ایک بڑی یونیورسٹی ہے۔ فرمانِ رسول ﷺ بھی ہے کہ تعلیم حاصل کرو خواہ اس کیلئے تمہیں چین جانا پڑے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے حوالے سے اگر حقائق کے آئینے سے جھانک کر دیکھا جائے تو پاکستان میں آئین کے آرٹیکل 25A کیمطابق پانچ سال سے سولہ سال تک کے بچوں کیلئے مفت تعلیم کی ذمہ داری ریاست پر ہونے کے باوجود سرکاری تعلیمی ادارے تمام بچوں کی تعلیمی ضروریات کو پورا کرنے سے نہ صرف قاصر ہیں بلکہ عام تعلیمی میدان میں لیاقت سے آگے بڑھنے کے بجائے نقل اور کرپشن کے ذریعے امتحانی کاپیاں تبدیل کرانے اور نمبر بڑھوانے کی دوڑ کے سبب معیار تعلیم کافی حد تک زبوں حالی کا شکار ہے۔ حقیقت یہی ہے اور بالخصوص اُردو میڈیم اسکول و کالج جو کبھی پاکستان کی آن و شان ہوتے تھے آجکل ریاستی عدم دلچسپی کے سبب زبوں حالی کا شکار ہیں۔ اُردو قومی زبان ہے اور اُردو زبان کو سرکاری اداروں میں بخوبی رائج کرنے کے عدالت عظمیٰ کے حالیہ فیصلے کے باوجود ریاستی اور نجی تعلیمی اداروں میں اُردو زبان اور دیگر مقامی زبانوں میں یکساں تعلیمی نظام رائج کرنے میں دشواریاں حائل ہیں۔ اسلامی جمہوریہ ہونے اور بنیادی تعلیم سے طلباً و طالبات کو کسب کمال کے درجے تک پہنچانے کے مشن پر آئینی طور پر پابند ہونے کے باوجود مملکتِ پاکستان طبقاتی کشمکش کا شکار ہے۔ طاقت کے ایوانوں کی طرح

ڈاکٹر پروفیسر محمد عبدالسلام کا ایک نیا اعزاز

وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف صاحب نے قائد اعظم یونیورسٹی کے نیشنل سینٹر فار فزکس کو ڈاکٹر پروفیسر محمد عبدالسلام کے نام سے منسوب کرنے کی منظوری دے دی ہے۔ قائد اعظم یونیورسٹی کے نیشنل سینٹر فار فزکس کا اب نیا نام عبدالسلام سینٹر فار فزکس ہوگا۔ وزیر اعظم نے یہ فیصلہ ڈاکٹر عبدالسلام کی گرانقدر خدمات کے اعتراف میں کیا۔ بیان میں کہا گیا ہے کہ وزیر اعظم نے پاکستانی طلبہ کے لیے سالانہ پانچ وظیفوں کا اعلان بھی کیا ہے جو طبیعات کے شعبے میں پی ایچ ڈی کے لیے ہائر ایجوکیشن کمیشن کے ذریعے بین الاقوامی یونیورسٹیوں میں تعلیم کے لیے جا سکیں گے۔ اس پروگرام کو بھی پروفیسر محمد عبدالسلام فیلوشپ کا نام دیا جائے گا۔ اس سے پیشتر حکومت پاکستان مختلف مواقع پر انہیں (ڈاکٹر عبدالسلام کو) ستارہ پاکستان، پرائیڈ آف پرفارمنس، تمغہ وایوارڈ حسن کارکردگی اور پاکستان کا سب سے بڑا سول اعزاز شان امتیاز عطا کر چکی ہے۔ ایٹمی توانائی کمیشن کی طرف سے خصوصی نشان دیا گیا ہے۔ پاکستان لیگ نے گولڈ میڈل دیا اور ان کی وفات پر گورنمنٹ کالج لاہور نے اپنی لائبریری کا نام ڈاکٹر عبدالسلام کر دیا ہوا ہے۔ اٹامک انرجی کمیشن، پنجاب یونیورسٹی، ملتان یونیورسٹی، پشاور یونیورسٹی، قائد اعظم یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، یونیورسٹی گرانٹ کمیشن، گورنمنٹ کالج لاہور، مختلف بڑے شہروں کی کارپوریشنوں اور دیگر غیر سیاسی تنظیموں نے ہمیشہ ان کے اعزاز میں تقریبات منعقد کیں، اعزازی ایوارڈ دیے اور انہیں خراج تحسین پیش کیا۔ پنجاب یونیورسٹی اور اسلام آباد یونیورسٹی نے انہیں ڈاکٹر آف سائنس کی اعزازی ڈگریاں دیں۔ پنجاب یونیورسٹی ہر سال ایک طالب علم کو ڈاکٹر عبدالسلام ایوارڈ دیتی ہے۔ عالمی شہرت یافتہ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالسلام (۲۹ جنوری ۱۹۲۶ء تا ۲۱ نومبر ۱۹۹۶ء) کو ۱۹۷۹ء میں فزکس کے شعبہ میں گرانقدر خدمات کے صلہ میں نوبل انعام دیا گیا تھا۔

نجی تعلیمی میدانوں میں انگریزی میڈیم اِسکولوں پر بھی چند فی صد اشرافیہ کا قبضہ ہے جن کی نگاہ میں سپریم کورٹ کے اُردو زبان کے حق میں فیصلے کے باوجود انگریزی ذریعہ تعلیم ہی اہمیت رکھتا ہے۔ گو کہ سفارتی، تیکنیکی اور مغربی سائنسی امور میں مہارت حاصل کرنے کیلئے انگریزی زبان کی تعلیم اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے چنانچہ مخصوص تعلیمی میدانوں میں یہ مہارت حاصل کرنے کیلئے انگریزی زبان ماضی کی طرح ایک مضمون کے طور پر پڑھائی جا سکتی ہے البتہ تمام مضامین کی انگریزی زبان میں تعلیم نا قابل فہم اور سروسز میں محض انگریزی اسکولوں و کالجوں سے پڑھی لکھی اشرافیہ کے آنے کے بعد مقامی ثقافت اور سماجی و اخلاقی قدروں سے پہلوتہی کرتے ہوئے محض بیرونی انتظامی امور میں مہارت حاصل کرنا اِس لئے بھی بے فائدہ اَمر ہے کیونکہ بیرونی دنیا اور پاکستان کے حالات ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہیں۔ چنانچہ ریاستی طاقت کے ستونوں میں کیونکہ انگریزی نواز بیوروکریسی چھا چکی ہے لہذا وقت گزرنے کیساتھ عوام اور جمہوریت بھی انگریزی سے معمور بیوروکریسی کے ہاتھوں یرغمال بنے نظر آتے ہیں۔ حیرت ہے کہ تمام تر اختیارات اور عملی تربیت کے حصول کے باوجود انگریزی نواز ریاستی انتظامیہ مکمل طور پر بدانتظامی اور کرپشن کے گھیرے میں آ چکی ہے جس سے بہتری کی توقع رکھنا ایک مشکل تر اَمر بن چکا ہے۔

معزز قارئین، درج بالا تناظر میں انگریزی میڈیم اسکولوں سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے والے بیشتر طلباً و طالبات ہی سول سروس کے مقابلے کے امتحانات میں کامیابی حاصل کر کے ریاستی نظم و نسق کی ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں لیکن حیرت کی بات ہے کہ اعلیٰ تعلیمی قابلیت اور تربیت سے لیس ہونے کے باوجود ملکی انتظامیہ نہ صرف ریاستی بدانتظامی کا شکار ہے بلکہ تیزی سے پھیلتی ہوئی کرپشن نے بھی عوام الناس کا ناطقہ بند کیا ہوا ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ اسکولوں کی فیسوں اور سالانہ فنڈز کی مد میں لی جانے والی خطیر رقومات متوسط طبقے اور عوام الناس کے بس سے باہر ہے۔ اگر موجودہ صورتحال کا باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو یہی محسوس ہوتا ہے کہ سول سروس میں آنے والے بیشتر افسران یعنی ایک کلاس ون سیکشن آفیسر، ایک انکم ٹیکس آفیسر، ایک اے ایس پی پولیس، ایک ایکشن آفیسر، ایک جونیئر میڈیکل آفیسر، ایک اسسٹنٹ کمشنر، ایک سول جج، ایک تحصیل دار، ایک تعلقہ آفیسر، ایک درجہ اوّل مجسٹریٹ اور ایک کسٹم آفیسر وغیرہ اپنی سروس کے ابتدائی مرحلے میں اِس اَمر کو اچھی طرح جان جاتے ہیں کہ وہ اپنی ماہانہ تنخواہ میں اپنے ایک بچے کو بھی کسی اچھے انگلش میڈیم اسکول میں داخل کرانے اور پڑھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے لیکن پھر بھی اُن کے تمام بچے انہی اِسکولوں میں تعلیم حاصل کر کے ریاستی انتظامیہ میں اچھے منصبوں پر فائز ہوتے ہیں۔ گو کہ سروسز کوڈ کے مطابق اپنی آمدنی سے ہٹ کر اخراجات کرنا سزا و جزا کے دائرے میں آتا ہے لیکن بیوروکریسی سے کوئی نہیں پوچھ سکتا کہ کرپشن کیا ہے یا پھر ملک بھر میں کرپشن اور بدانتظامی کیوں سرعت سے پھیل رہی ہے؟ کیا ملک میں بدانتظامی کی یہ لہر اِس لئے ہے کہ بیشتر انتظامی افسران انگلش میڈیم فکری تعلق رکھنے کے سبب مقامی زبانوں اور اُردو میڈیم اِسکولوں کے تعلیمی نظام سے بخوبی مزّین اعلیٰ سماجی، اخلاقی اور مذہبی اقدار کے حامل عوام الناس کی فکر سے نہ تو اپنی پالیسیوں کو ہم آہنگ کر پاتے ہیں اور نہ ہی اُن کے روزمرہ مسائل کو سمجھ کر اُنہیں حل کر پاتے ہیں۔ چنانچہ عوامی فکر اور ریاستی فکر میں در آنے والی اِس فکری بُعد کے سبب انتظامی افسران انگریزوں کی چھوڑی ہوئی غلامانہ ذہنیت پر عمل درامد کرتے ہوئے عوام الناس کو ہی ظلم و ستم اور لوٹ مار کا نشانہ بنانے میں لگے رہتے ہیں؟ اندریں حالات ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ سیاسی جمہوری انتظامیہ عوامی راج کو ملک میں مستحکم بنانے کیلئے تیزی سے بگڑتی

ہوئی بدانتظامی اور کرپشن کی اصلاح احوال کی طرف توجہ دے۔ یہی وہ بحث تھی جس پر محترم وائس چانسلر کی جانب سے یونیورسٹی کے حوالے سے اُردو زبان میں دی جانے والی دلنشین بریفنگ کے بعد اوپن یونیورسٹی کی قومی خدمات سے حوالے سے ملک میں تعلیم کے میدان میں کرپشن اور بدانتظامی ختم کرنے کیلئے فکری بحث نے جنم لیا۔ اُمید واثق ہے کہ حکومتی ادارے اِس صورتحال کا نوٹس لیں گے اور علامہ اقبال جیسی عوامی یونیورسٹیوں کے عوامی کردار کو بڑھانے پر غور وفکر کریں گے۔

اہم اعلان

دُکھی دُنیا کے دُکھی چہرے میں بَھر دیں رونق
ایسی خُوشبُو کوئی اب پیار کی ایجاد کریں

ادارہ پیشوا (پرائیویٹ) ایک زیر رجسٹرڈ نمبر ۸۷۴۷۱۵۸ چیرٹی ہے جو معذور اور بے بس مریضوں کو وہیل چیئرز مہیا کرتی ہے۔ اور غریب بچوں کو تعلیم جیسا بنیادی حق دلانے کی کوشش کرتی ہے۔ سسکتی اور لڑکھڑاتی زندگیوں کی مدد کے لئے قدم بڑھانا نہایت ثواب کا کام ہے۔ زمین پر گھسٹ گھسٹ کر ہر لمحہ مرنے والوں کی مدد کرنا تمام انسانوں کا فرض ہے۔ اگر آپ غریبوں، بے بسوں، بے کسوں اور لاچاروں کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو درج ذیل اکاؤنٹ میں اپنے عطیات جمع کروائیں۔ (نئی اور پرانی وہیل چیئرز بھی عطیہ کی جاسکتی ہیں)

PESHWA LTD.

Account # :(Barclays Bank): 90730343 Sort Code: 208420

برائے مہربانی اپنے چیک پیشوا لمیٹڈ کے نام سے ارسال فرمائیں۔

2.London Road,Morden,Surrey,SM4 5BQ. UK

E-mail. peshwaltd@gmail.com : Tel. 020.36747909: Mob. 07792998973

بشیر احمد رفیق خان صاحب (مرحوم)

۱۱ اکتوبر ۲۰۱۶ء کو ہمارے پیارے بزرگ دوست جناب بشیر احمد صاحب وفات پا گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) مرحوم ان گنت خوبیوں کے مالک تھے۔ پیشوا رسالہ کے ہر شمارہ کے مطالعہ کے بعد تعریفی خط لکھنا نہ بھولتے تھے۔ ادارہ پیشوا کے منتظمین دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرتا چلا جائے اور ان کے لواحقین اور مداحوں کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

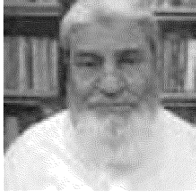

مشرقی اُفق

میر افسر امان
کنوینر کالمسٹ کونسل آف پاکستان

پاکستان میں بار بار مارشل لا کیوں؟

پاکستان میں مختلف مارشل لا ادوار پر بات کرنے سے پہلے کچھ حقیقی باتوں پر غور کرتے ہیں پھر مارشل لا لگنے کے اسباب ہمیں صاف نظر آ جائیں گے۔(ق) لیگ کے جنرل سیکرٹیری اور پارلیمنٹ کے دفاعی کمیٹی کے انچارج مشاہد حسین سید صاحب کے بیان اوراس پر غور کرتے ہیں۔مشاہد نے کچھ دن پہلے اخبار میں بیان دیا تھا کہ’’امریکا کے پاکستانی سفارت خانے کوامریکا منتقل کر دیں تو یہ سفارت خانہ امریکا میں بھی مارشل لا لگوا دے گا‘‘اس کا صاف مطلب ہے کہ ہمارے ملک میں امریکا ہی مارشل لالگوا تا رہا ہے۔ظاہر ہے امریکا ہمارے ملک میں خود تو نہیں آ تا بلکہ وہ کچھ ہمارے ہی لوگوں کو غلط راستے پر ڈال کر اقتدار پر قبضہ کا راستہ بتا تا ہے۔اس کا مشاہدہ مجھے (ر) لیفٹیننٹ جنرل شاہد عزیز کی کتاب’’یہ خاموشی کب تک‘‘ کا مطالعہ کرتے ہوئے ہوا۔وہ اپنی کتاب صفحے ۱۳۸ میں لکھتے ہیں کہ امریکا میں فوجی ٹرینگ کے دوران مجھ پر امریکی خفیہ کے ایجنٹوں نے کام کیا اور کہا کہ آپ اور آپ کے بچوں کا خیال رکھا جائے گا آپ امریکی مفادات کے لیے کام کرنے کا وعدہ کریں۔فری میسن یہودی تنظیم کے کچھ ایجنٹوں نے بھی یہی کوشش کی مگر اللہ کا شکر ہے کہ میں ان دونوں کے جھانسے میں نہیں آیا۔ایسا ہی مسلم لیگ کے مرکزی رہنما(ر) جنرل مجید ملک کی کتاب میں بھی ذکر ہے۔وہ کہتے ہیں کی امریکی سفیر نے مجھے کہا کہ آپ امریکی مفادات کے لیے کام کریں مگر میں نے کہا کہ میری وفاداری پاکستان کے ساتھ ہے۔انہوں نے مزید لکھا کہ قادیانیوں نے بھی مجھے ورغلانے کی کوشش کی تھی مگر اللہ نے مجھے محفوظ رکھا۔صاحبو! نہ جانے اور کتنی کتابیں کتنی داستانیں ہونگی۔ہماری تو صرف ان دو کتابوں تک پہنچ تھی جو ہم نے بیان کر دی۔امریکی مفادات کا کیا مطلب ہے کہ ایٹمی پاکستان میں فوج اور سیاستدان ہمیشہ لڑتے رہیں اور ملک ترقی نہ کر سکے اور امریکا کے سامنے ہاتھ پھیلائے رکھے اور امریکا اپنی مرضی کے کام پاکستان سے کرواتا رہے۔جیسے ایک فون کال پر ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے کیا تھا۔اس میں چاہے کوئی فوجی ہو یا سیاستدان۔(ر) جنرل اسلم بیگ صاحب جس کو پیپلز پارٹی نے اپنے دور میں تمغۂ جمہوریت دیا تھا نے کل ہی ایک نجی ٹی چینل پر کچھ انکشافات کیے ہیں۔اینکر نے ڈان لیک پر بات کی تو اُنہوں نے کہا کہ کچھ عرصہ پہلے ڈان میں ہی ایک ایسا ہی مضمون چھپا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مضمون نگار نے سپہ سالار راحیل شریف کو یہ پیغام دینے کی کوشش کی کہ سیاست دانوں نے جس طرح اسلم بیگ کوقوم کے سامنے ذلیل کیا ہے تمہیں بھی ریٹائرڈ منٹ کے بعد ایسے ہی ذلیل کریں گے۔مارشل لا لگا دو اور ان سیاستدانوں کو سبق سکھاؤ۔صاحبو! آپ غور کریں کہ کہاں کہاں پاکستان کے دشمن موجود ہیں۔جو بین الاقوامی ایجنڈے گریٹ گیم کے تحت پاکستانی فوج کا گھیراؤ کر رہے ہیں۔ایک دوسرے نجی ٹی وی کا اینکر یہ بھی کہہ رہا تھا سرل المیڈا کو خبر لیک کرنے کے لیے اس لیے منتخب کیا گیا ہے کہ اس کی مدد میں بین الاقوامی صحافی شور مچا دیں گے اور بات رک جائے گی۔کیا یہ میموگیٹ جیسی کوئی سازش تو نہیں؟ اگر پاکستان میں مارشل لا کا ذکر کریں تو پہلا مارشل لا ڈکٹیٹر ایوب خان نے لگایا تھا۔۱۹۵۶ء کا آئین جس کو متحدہ پاکستان کے سارے صوبوں نے مل کر بنایا تھا منسوخ کر دیا گیا جس کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے خلاف نفرت بڑھی۔سیاست دانوں پر پابندی لگائی۔اپنا ایجاد

کردہ بنیادی جمہورتوں کا نظام قائم کر کے اس کے نمائندوں کی بنیاد پر اپنے آپ کو پاکستان کا صدر منتخب کرالیا۔ جب سیاستدانوں نے اس کے غیر جمہوری کاموں کا محاسبہ کیا تو اس نے ڈکٹیٹر یحیٰی خان کو اقتدار پر بیٹھا کر خود رخصت ہوا۔ ڈکٹیٹر یحیٰی نے متنازہ اور قومیت اور صوبائیت کی بنیاد پر الیکشن کروائے۔ بھٹو صاحب کے کہنے پر جیتنے والوں کو اقتدار منتقل نہیں کیا۔ فوجی آپریشن شروع کیا جس سے مشرقی پاکستان مغربی پاکستان سے علیحدہ ہو گیا۔ پھر درمیان میں کچھ عرصہ کے لیے اقتدار کے رسیا مرحوم بھٹو تاریخ کے پہلے سولین ماشل لا ایڈمنسٹریٹر بن بیٹھے تھے۔ بھٹو کا فسطائی دور جیسے تیسے گزرا۔ الیکشن میں دھاندلی کی وجہ سے اس کے خلاف پاکستانی تاریخ کی منفرد تحریک چلی۔ جس میں پہیہ جام ہوا۔ دینی جماعتوں نے اسلام قائم کرنے کا کہا اور نظام مصطفےٰ کا نعرہ لگایا۔ اس سے فائدہ اُٹھا کر اسلام نافذ کرنے کا وعدہ کر کے ڈکٹیٹر ضیا الحق نے مارشل لا لگا دیا۔ ڈکٹیٹر ضیا الحق امریکی سفیر کے ساتھ ایک جہاز میں شہید ہو گئے۔ اس کے بعد پھر سول حکومت قائم ہوئی۔ نواز شریف صاحب نے آرمی چیف سے اختلاف کی وجہ سے جب وہ جہاز پر پر سوار ہی تھا کہ اُس کو برخاست کر کے بٹ صاحب کو آرمی چیف بنا دیا۔ ڈکٹیٹر پرویز مشرف کہتے ہیں کہ بھائی ایک کلرک کو بھی نکالا جاتا ہے تو اسے نوٹس دیا جاتا ہے کیا پاکستانی فوج کا سپہ سالار ایک کلرک سے بھی کم تر ہے کہ اُسے بغیر نوٹس دیے نکال دیا جائے۔ اسی پر ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے مارشل لا لگا دیا۔ ڈکٹیٹر مشرف نے اپنا بھونڈے خیالات کا سرے عام اعلان کر دیا تھا کہ میں نواز شریف اور بے نظیر بھٹو کو واپس پاکستان نہیں آنے دوں گا۔ پھر لوگوں نے دیکھا کہ دونوں واپس پاکستان آئے اور ڈکٹیٹر پرویز مشرف بے بس ہو گیا تھا۔ ڈکٹیٹر پرویز مشرف نے ایک ٹیلیفون کال پر امریکا کو بحری، بری اور فضائی راستے دے دیے۔ تاریخ کا واحد مسلمان حکمران ہے جس نے مسلمانوں کو اعلانیہ ڈالر کے عوض صلیبیوں کے حوالے کیا۔ خود اپنی کتاب میں اس کا اعترف بھی کیا۔ پڑوسی برادر اسلامی ملک افغانستان کو تورا بورا بنانے میں امریکا کے ساتھ شریک ہوا۔ اسی وجہ سے ملک میں دہشت گردی پھیلی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بار بار کی مارشل لا سے فوجیوں اور سیاستدانوں میں دشمن نے ایک کفیت پیدا کر دی ہے۔ جب فوجی آپس میں شپ شپ کرتے ہیں تو سیاستدانوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور جب سیاست دان آپس میں گپ شپ کرتے ہیں تو فوجیوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ایسی باتوں سے دشمن کے مفادات پورے ہوتے ہیں۔ پاکستان کے دشمن کبھی فوجی کو کبھی سیاست دان کو اپنے شکنجے میں جھکڑ لیتے ہیں۔ جیسے پاکستان میں ہوتا آیا ہے اور شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کام امریکا کا سفارت خانہ انجام دیتا رہتا ہے۔ صاحبو! ہمارے مقتدر حلقوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ ملک سب کا ہے۔ فوج کا کام آئین کے مطابق سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے اور سیاستدانوں کا کام ملک کے سیاسی معاملات چلانا ہے۔ جب مقتدر حلقوں کو یہ بات سمجھ آ جائے گی تو ملک کے ادارے مضبوط ہونگے۔ ہمیں اُس وقت بہت خوش ہوئی تھی اور ہم نے ایک مضمون بھی لکھا تھا کہ پاکستانی تاریخ میں پہلی مرتبہ فوج کے سپہ سالار جناب پرویز کیانی صاحب نے اپنے آئی ایس آئی کے چیف کو پاکستان کی پارلیمنٹ میں بھیجا تھا اور اس نے اعلان کیا تھا کی آئی ایس آئی نے سیاسی ونگ ختم کر دیا ہے۔ اور اب خوشی اپنے سپہ سالار راحیل شریف صاحب کے اس کرادار پر کہ موجودہ سیاسی حکومت کی طرف سے کئی بار فوج کے خلاف بے وقوفیوں کے باوجود سمجھداری کا ثبوت دیا۔ پاکستانی قوم کے اندر اپنے لیے سیاست دانوں سے زیادہ عزت کا مقام حاصل اور سیاستدانوں میں دشمن نے ایک کفیت پیدا کر دی ہے۔ جب فوجی آپس میں شپ شپ کرتے ہیں تو سیاستدانوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور جب سیاست دان

آپس میں گپ شپ کرتے ہیں تو فوجیوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں اور ایسی باتوں سے دشمن کے مفادات پورے ہوتے ہیں۔ پاکستان کے دشمن کبھی فوجی کو کبھی سیاست دان کو اپنے شکنجے میں جکڑ لیتے ہیں۔ جیسے پاکستان میں ہوتا آیا ہے اور شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ یہ سب کام امریکا کا سفارت خانہ انجام دیتا رہتا ہے۔ صاحبو! ہمارے مقتدر حلقوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ یہ ملک سب کا ہے۔ فوج کا کام آئین کے مطابق سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے اور سیاستدانوں کا کام ملک کے سیاسی معاملات چلانا ہے۔ جب مقتدر حلقوں کو یہ بات سمجھ آجائے گی تو ملک کے ادارے مضبوط ہونگے۔ ہمیں اُس وقت بہت خوش ہوئی تھی اور ہم نے ایک مضمون بھی لکھا تھا کہ پاکستانی تاریخ میں پہلی مرتبہ فوج کے سپہ سالار جناب پرویز کیانی صاحب نے اپنے آئی ایس آئی کے چیف کو پاکستان کی پارلیمنٹ میں بھیجا تھا اور اس نے اعلان کیا تھا کی آئی ایس آئی نے سیاسی ونگ ختم کر دیا ہے۔ اور اب خوشی اپنے سپہ سالار راحیل شریف صاحب کے اس کردار پر کہ موجودہ سیاسی حکومت کی طرف سے کئی بار فوج کے خلاف بے وقوفیوں کے باوجود سمجھداری کا ثبوت دیا۔ پاکستانی قوم کے اندر اپنے لیے سیاست دانوں سے زیادہ عزت کا مقام حاصل کیا ہے۔ دشمن پھر سیاستدانوں اور فوج کے درمیان غلط فہمیاں ڈالنے کی کوششیں کر رہے ہیں تا کہ پاکستان کو جمہوریت کے راستے سے ایک بار پھر ہٹایا جائے۔ ڈان لیک اس کا ثبوت ہے۔ دوسری طرف ہمارے ازلی دشمن نے لائن آف کنٹرول پر بغیر اشتعال کے توپیں چلا کر ہمارے سات فوجی جوانوں کو شہید کر دیا۔ آئی ایس پی آر کے مطابق پاک فوج نے دشمن کو اس سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ ان حالات میں کوئی بھی دشمن پاکستان کو غلط راستے پر نہیں ڈال سکتا۔ عوام اپنی پاکستانی فوج کا احترام کرنا جانتے ہیں۔ پاکستان میں بار بار مارشل لا نہیں لگے گا انشاءاللہ۔ پاکستانی فوج زندہ باد۔ پاکستانی سیاست دان زندہ باد۔ اللہ ہمارے ملک کی حفاظت کرے آمین۔

مانگے تانگے کا کھانا

اکثر نام نہاد مولوی لوگ خیرات پر پلے ہیں۔ ان کے مدرسوں میں پڑھنے والے بچے بھی مانگے تانگے کا کھانا کھا کے جوان ہوتے ہیں۔ جس ملک میں خیرات پر پلنے والے بڑھتے ہی چلے جائیں وہاں بے غیرتی راج کرتی ہے۔ نا نہاد مولوی اور نام نہاد مدرسہ کے طالبعلم میں صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ مولوی خیرات سے زیادہ حصہ لیتا ہے اور طالبعلم کم۔ ایک دن نام نہاد مسلم مدرسہ کا یہی طالب علم جب نام نہاد مولوی کی سب مکاریوں سے واقف ہو جاتا ہے تو بڑا شیطان بن جاتا ہے۔ اور وہ طالب علم جو خیرات سے نفرت کرتا ہے وہ احمد ندیم قاسمی، عطاء الحق قاسمی اور ممنون حسین بن جاتا ہے۔

مضمون نگار حضرات کے افکار و خیالات سے ادارہ پیشوا کا اتفاق ضروری نہیں ہے

دُنیائے اسلام میں سائنس کے زوال کی وجوہات

پروفیسر ڈاکٹر محمد عبد السلام

آخر اسلامی دنیا میں سائنس کیوں ختم ہوگئی۔ یہ زوال ۱۱۰۰ء کے آس پاس شروع ہوا اور آئندہ ڈھائی سو برسوں میں مکمل ہو گیا۔ کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا ، بے شک بہت سی خارجی وجوہات بھی تھیں جیسے منگولوں کی لائی ہوئی تباہی و بربادی، لیکن میرے خیال میں سائنس کا زوال اسلامی دُنیا میں اس سے بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور اس کا سبب بہت سے اندرونی حالات تھے۔ سب سے پہلے تو اپنے آپ میں محدود ہونے والی وہ کیفیت جس نے سائنسی کارروائیوں کا رشتہ باقی دُنیا سے توڑ دیا اور دوسری طرف تخلیقی طرز فکر کی ہمت شکنی اور اس کی جانب منفی رویہ نے زیادہ نقصان پہنچایا۔ گیارہویں صدی کے اختتام اور بارہویں صدی کے اوائل میں دنیائے اسلام سخت مذہبی گروہ بندیوں اور سیاستدانوں کی شہ پر بڑھتی ہوئی تنگ نظری کا شکار تھی۔ اور اسی دَور سے دنیائے اسلام کے زوال کی بنیاد پڑی۔ حالانکہ امام غزالیؒ بھی ۱۱۰۰ء کے آس پاس یہ لکھ سکتے تھے۔ ''**مذہب کے خلاف سب سے بڑے جرم کا ارتکاب وہ لوگ کرتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اسلام کا دفاع علوم ریاضی کے انکار سے بھی ہو سکتا ہے جبکہ ان علوم میں کوئی بات بھی مذہب کے خلاف نہیں ہے۔**'' لیکن زمانہ کا مزاج تخلیقی علوم کے خلاف ہو چکا تھا۔ ہر طرف کٹر پن کا رواج اور رواداری کا فقدان تھا جس کا اثر یہ ہوا کہ تقلید عام ہوئی اور اجتہاد کا دروازہ تمام علوم پر بند ہوا جن میں سائنسی علوم بھی شامل تھے۔ کیا حالت اب بھی یہی ہے؟ کیا ہم اب سائنسی تحقیقات کی ہمت افزائی کرنے لگے ہیں؟

روئے زمین کی اہم تہذیبوں میں سائنس سب سے کمزور اسلامی دولت مشترکہ میں ہے۔ بدقسمتی سے ہم میں سے بہت سے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ علم حرفت یعنی ٹیکنالوجی بنیادی طور پر سے بے ضرر ہے۔ اور اس کی زیادتی کا مداوا اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر عمل سے کیا جا سکتا ہے، لیکن سائنس کا معاملہ بالکل مختلف ہے کیونکہ اس سے کچھ قدریں بھی وابستہ ہیں۔ یہ خیال کہ جدید سائنس عقلیت کا راستہ دکھاتی ہے جو لا مذہبیت کی طرف لے جاتا ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ ہم میں سے جو سائنسداں ہیں وہ ایک دن ہماری تہذیب کے مابعد الطبیعاتی مفروضوں سے منحرف ہو جائیں گے۔ قطع نظر اس کے کہ اعلیٰ صنعت و حرفت بغیر اعلیٰ سائنس کے پنپ نہیں سکتی اور اس توہین سے بھی قطع نظر جو ہماری تہذیب کے مابعد الطبیعاتی مفروضات اور فکری انجماد کو ہم معنی بنا دینے سے ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سائنس کی طرف یہ رویہ ان پرانے جھگڑوں کی وراثت ہے، جن میں نام نہاد عقلی گروہ کے وہ فلسفی الجھے ہوئے تھے، جنہوں نے ارسطو کے تصور کائنات کو بے چون و چرا مان لیا تھا اور جو ان میں کسی تبدیلی کو برداشت نہیں کرتے تھے اور انہیں ان خیالات کو اپنے مذہبی عقائد کے ساتھ یکجا کرنے میں مشکلیں پیش آ رہی تھیں۔

یہاں ہمیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اس قسم کے بلکہ اس سے بھی شدید جھگڑوں میں قرون وسطیٰ کے عیسائی اہل مکتب مبتلا تھے۔ اہل مکتب کے لیے سب سے اہم مسائل تصور کائنات اور مابعد الطبیعات سے متعلق تھے۔

کیا دنیا کسی غیر متحرک جگہ میں واقع ہے؟ کیا خدا محرک اول کو خود براہ راست حرکت میں لانے کا محض ایک سبب ہے یا وہ مسبب

الاسباب اور آخری وجہ ہے؟ کیا تمام افلاک کا محرک ایک ہی ہے یا مختلف؟ کیا وہ محرک جو کائنات کو حرکت میں لاتے ہیں کبھی تھک بھی سکتے ہیں؟ جب گلیلیو نے کوشش کی کہ پہلے ان مسائل کی فہرست تیار کرے جن کا تعلق محض طبیعات سے ہے اور اس کے بعد ان مسائل کو طبیعاتی تجربات کی مدد سے حل کرے تو وہ احتساب کی زد میں آ گیا۔ اس احتساب نے اٹلی میں سائنس کی ترقی کو کم از کم اٹھارہویں صدی تک تو روکے ہی رکھا۔ اب ساڑھے تین سو برسوں کے بعد نظریاتی نو آبادکاری ہو رہی ہے۔

ویٹیکن (Vetican) کی ایک مخصوص تقریب میں عالی جناب جان پال ثانی نے یہ اعلان کیا ''کلیسا تجربوں اور غور و فکر سے خود سبق لیتا ہے۔ آج یہ بات زیادہ اچھی طرح سمجھ میں آتی ہے کہ تحقیقات میں آزادی کے کیا معنی لیے جائیں۔ انسان تحقیق کے ذریعہ ہی سے حق کی طرف آتا ہے۔ اسی لیے کلیسا کو یقین ہے کہ سائنس اور مذہب میں کوئی تضاد نہیں ہے۔'' بہر حال عاجزانہ اور انتھک غور و فکر کے بعد ہی کلیسا مذہب کی رُوح کو کسی عہد کے سائنسی نظام فکر سے ممیّز کر سکتا ہے۔

سائنس کی تنگ دامانی: جو اقوال میں نے اوپر درج کیے ہیں ان میں پاپائے اعظم نے اس بالغ نظری پر زور دیا ہے جو کلیسا نے سائنس کے ساتھ معاملت میں حاصل کی۔ اگر وہ چاہتے تو اس بات کو الٹ کے بھی کہہ سکتے تھے کہ گلیلیو کے وقت سے آج تک سائنسی نظریات میں اس معنی پختگی آئی ہے کہ سائنسداں اپنے حدود سے واقف ہو گئے ہیں۔ انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ بعض مسائل ایسے ہیں جو آج بھی ان کے دائرہ فکر سے باہر ہیں اور مستقبل میں بھی یہی صورت رہے گی۔ ''سائنس کی ترقی کا راز یہ ہے کہ اس نے اپنا دائرہ عمل ایک خاص قسم کی تحقیق تک محدود کر لیا ہے۔'' اور اس محدود دائرہ میں بھی آج کا سائنسداں جانتا ہے کہ وہ کہاں سے قیاس کے میدان میں قدم رکھ رہا ہے، اس میدان میں وہ قطعیت کا دعویٰ نہیں کرتا۔ طبیعات میں اس صدی کے شروع میں دو مرتبہ ایسا ہوا پہلے تو اس نظریہ کے نتیجے میں جس میں زمان و مکان میں نسبت اضافی بتائی گئی ہے اور دوسرے کوانٹم (Quantum) نظریہ کے سلسلے میں یہ صورت پھر پیش آ سکتی ہے۔

آئن سٹائن (Einstein) کی وقت کے اضافی ہونے کی تحقیق ہی کو لیجئے۔ یہ بات بالکل قرین قیاس معلوم نہیں ہوئی کہ کسی وقفہ کے طول کا دار و مدار ہماری رفتار پر ہے۔ عمر ہی کے وقفہ کو لیجئے۔ ایک ایسے شخص کی نظر میں جس کی رفتار ہم سے کم ہے ہماری عمر اتنی ہی لمبی ہوتی جائے گی جتنی کہ ہماری رفتار تیز ہو گی۔ اسے قیاس آرائی نہ سمجھا جائے۔ آپ ذرا ہمارے ساتھ جنیوا میں واقع سرن (Cern) کی تجربہ گاہوں تک چلئے جہاں ذراتی طبیعات پر کام ہو رہا ہے۔ وہاں ایسے ذرات تیار کئے جاتے ہیں جن کی عمر بہت کم ہوتی ہے۔ ان میں میو آن (Muons) نامی ذرات بھی ہیں۔ آپ ایک ریکارڈ تیار کیجئے اس وقفہ کا جس میں مختلف رفتار سے چلنے والے میو آن فنا ہو کر الیکٹرون اور نیوٹران بن جاتے ہیں۔ آپ دیکھئے گا کہ تیز رفتار میو آن دیر میں فنا ہوتے ہیں اور سست رفتار میو آن جلدی ختم ہو جاتے ہیں۔ نا قابل یقین لیکن بالکل سچ۔

آئن سٹائن کے زمان و مکان کے نظریات نے طبیعات کے عالموں میں ایک ذہنی انقلاب برپا کر دیا۔ ہم لوگوں کو طبیعات سے متعلق اپنے طرز فکر میں بہت سی تبدیلیاں کرنا پڑیں گی لیکن تعجب اس پر ہوتا ہے کہ پیشہ ور فلسفی جو انیسویں صدی تک زمان و مکان سے متعلق نظریات کو صرف اپنی ملکیت سمجھتے تھے اب تک آئن سٹائن کے مشاہدات کی روشنی میں کوئی فلسفیانہ نظام فکر نہیں بنا سکے۔

دوسرا اور زیادہ دھماکہ خیز ذہنی انقلاب ۱۹۲۶ء میں ہائزن برگ (Heisenberg) کی اس تحقیق سے ہوا کہ یقینی علم کے حصول

کے بھی حدود ہیں ۔ ہائزن برگ کے اصول غیر یقینیت (Uncertainty principle) کی رو سے مثلاً یہ بات کسی طور معلوم نہیں کی جاسکتی کہ سامنے کی میز پر ایک ہائزن برگ کے اصول غیر یقینیت (Uncertainty principle) کی رو سے مثلاً یہ بات کسی طور معلوم نہیں کی جاسکتی کہ سامنے کی میز پر ایک ساکت الیکٹرون ایک خاص مقام پر موجود ہے۔ایسے تجربے ضرور کئے جاسکتے ہیں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ الیکٹرون کہاں ہے۔لیکن یہی تجربے یہ معلوم کرنے کا ہر امکان ختم کردیں گے کہ الیکٹرون حرکت میں بھی ہے۔اور اگر حرکت میں ہے تو کس رفتار سے۔ اس کو اگر الٹ کر کہیں تو یہ کہا جائے گا کہ کسی شے کے متعلق ہمارے علم کی بھی ایک حد ہے اور اس حد کا تعین اس شے کی فطرت سے وابستہ ہے۔ میں یہ سوچ کر کانپ جاتا ہوں کہ اگر ہائزن برگ قرون وسطیٰ میں ہوتا تو اس کا کیا انجام ہوتا۔کیسی کیسی بحثیں اس مسئلہ پر اٹھتیں کہ آیا یہ حد اس علم پر بھی لگائی جاسکتی ہے جو خدا تعالیٰ کو ہے۔جیسا کہ ہونا تھا معرکے ضرور گرم ہوئے لیکن صرف بیسویں صدی کے علمائے طبیعات کے درمیان ہائزن برگ کے انقلابی نظریات تمام علمائے طبیعات کے لئے قابل قبول نہیں ہیں۔اگر چہ اب تک جتنے بھی تجربے کئے گئے ان کی تصدیق ہی ہوئی ہے طبیعات کے ممتاز ترین عالم آئن سٹائن نے بلاشبہ اپنی عمر کا سب سے قیمتی حصہ اس جستجو میں صرف کیا کہ ہائزنگ برگ کے نظریات میں کوئی نقص نکلے۔وہ تجربات کے نتائج کا انکار تو نہیں کرسکتے تھے،لیکن انہیں یہ امید تھی کہ ان کے نتائج کی علمی توجیہہ کچھ اور کی جاسکے گی۔ابھی تک ایسی کوئی توجیہہ نہیں کی جاسکی۔ لیکن کوئی،خصوصاً ایک ماہر طبیعات،یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ کہانی یہیں ختم ہوتی ہے۔

☆☆☆☆

(پیشوا انٹرنیشنل ڈیسک)

AZED&CO

Incorporated Precticing Accountants

Rizwan Azed

B.COM,MBA,AIIA,FSPA

سیلف ایمپلائیڈ،سول ٹریڈر،لمیٹڈ کمپنی اکاؤنٹس،پی سی او ڈرائیور اکاؤنٹس،سیلف ایسیسمنٹ۔
ٹیکس ریٹرن،لمیٹڈ کمپنی فارمیشن۔بک کیپنگ،بجٹ۔بزنس پلان،بزنس سٹارٹ اپ۔

392 London Road — Tel.020 8646 6777
Mitcham Surrey — Fax.020 8646 9416
London .CR4 4EA — Mob.0786 788 6952

E.Mail. azed@azed.fsbusiness.co.uk

آیات قرانیہ اور احادیث نبویہؐ کا احترام نہایت ضروری ہے

RH CATERERS

Our Chefs are dedicated to creating Authentic Dishes.Our Menus offer a wide variety of dishes originating from all parts of the Indian & Pakistani. Sub Continent.We can offer a range of Catering Options such as a sit down Silver Service,a simple Buffet,Multi dish or Karahi Stand service.We are able to cater for any number of guests & our specialized MENUS can be accommodated in any Venue and any budget.A bespoke tailor made Menu can be made upon request.

The Complete Catering & wedding package consists of all the necessaries ensuring that you will have the most successful event:

Our Gold pakage includes

- ☆Authentic Asian Catering
- ☆Welcome Drinks Reception (Exotic Fresh Juices)
- ☆Unlimited Soft Drinks & Juices Throughout the day
- ☆Cutlery Crockery & Glassware
- ☆Linen Tableclothes & Napkins
- ☆Professional Uniformed Waitress Staff
- ☆Event Manager & Wedding coordinator
- ☆Kitchen Staff & Porters
- ☆Complete Peace of mind

For further assistance please contact: Tel.020 3674 7909..Mob:077 9299 8973

2 london Road, SM4 5BQ;Morden,surrey.

پیشوا میں اشتہار دے کر اپنی تجارت کو فروغ دیں

پاک فوج میں کرپشن کی انتہاء

جلد باز قارئین کالم پڑھے بغیر ہی تنقید کرنا شروع کر دیتے ہیں، کیونکہ تنقید کرنا پاکستانیوں کے لئے نہ صرف آسان بلکہ حقیقت سے چہرہ چھپانے کا مجرب نسخہ بھی ہے۔ پاکستان کا بنیادی مسئلہ کرپشن ہے! کرپشن کہاں سے کیسے اور کیوں شروع ہوتی ہے؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ کرپشن کا آغاز ہر پاکستانی سے شروع ہوتا ہے کیونکہ اپنے اندر ہر کوئی کرپٹ ہے چاہے وہ چھوٹے درجہ کا ہو یا بڑے درجہ کا۔ پاکستانی عوام اور میڈیا مل کر شور مچاتے ہیں کہ ہمارے حکمران کرپٹ ہیں کرپشن کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ یہ حقیقت ہے، لیکن اس حقیقت کے پیچھے چھپی سچائی یہ بھی ہے کہ پاکستانی حکمرانوں کو کرپشن کر کے پیچھے بیٹھے عسکری جرنیلوں کا پیٹ بھرنا ہوتا ہے جن کی سفارشوں پر وہ بطور حکمران کرسی سنبھالتے ہیں۔

پاکستان کے ماضی اور فوج کے کردار پر نظر دوڑائیں تو نہ صرف سر شرم سے جھکے گا بلکہ محبّ وطن پاکستانیوں کی آنکھوں سے آنسو بھی نکلیں گے۔ ایوب خان کے بارہ میں جاننا چاہتے ہیں تو قدرت اللہ شہاب کا ''شہاب نامہ'' پڑھیں آپکو علم ہو کہ بنگلہ دیش کیوں پاکستان سے الگ ہوا اور اس کے بیج کس نے بوئے تھے۔ یحییٰ خان کے دور میں کیا کُچھ نہیں ہوا جب پاک فوج جنگ میں مصروف تھی اُنکا لیڈر عورتوں کے ساتھ راتیں گزارنے میں مصروف تھا اور کئی کئی دن اپنے دفتر نہیں جاتا تھا، حمود الرحمٰن کمشن رپورٹ ملاحظہ کر لیں آپ کی آنکھیں کُھل جائیں گی۔ ضیاء الحق نے نشے کی لعنت اور اسلحے جیسی پھٹکار پاکستانی عوام کے منہ پر دے ماری جس کا نتیجہ آج تک ہم بھگت رہے ہیں۔ ہمارے ملک میں ہونے والی ہر ایک دہشت گرد کاروائی کا ذمہ دار میں ذاتی طور پر ضیاء الحق جیسے جاہل لیڈر کو سمجھتا ہوں جس نے طاقت کے نشے میں مذہب سے لے کر اقتدار تک ہر شعبہ میں اپنی ٹانگ اڑائی اور افغان منافقوں کو جو کبھی اپنی ہی قوم کے وفادار نہ ہو سکے پاکستانیوں کے ساتھ بھائی بھائی کھیلنے کے اصول بتا دیئے، آج تک جب بھی افغانیوں کو ضرورت پڑتی ہے وہ پاکستانیوں کو بھائی کہتے ہیں اور اُنکا یہ حال ہے کہ کئی دہائیوں سے پاکستان کے سر پر پلنے والے آج پاکستان کے خلاف ہندوؤں کے ساتھ مل کر دشمنی دکھا رہے ہیں۔ مشرف دور میں بھی بدامنی نے چین نہیں لیا اور اُس بدامنی کا نتیجہ مشرف نے بُھگتا بھی۔ کیانی دور کو کرپشن اور لوٹ مار کا دور کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔ آجا کر چھ دہائیوں کے بعد ایک ایسا لیڈر پاک فوج کو ملا جو ذاتی طور پر خود تو کرپٹ نہ ہو شاید! لیکن اپنے دور میں کرپشن کا خاتمہ بھی نہ کر سکا۔

پاکستانی افواج کے جرنیلوں پر آزاد کمیشن بنانا چاہئے اور جانچ پڑتال ہونی چاہئے کہ جرنیل اپنی کمپنیوں کو چلانے کی خاطر کس طرح اپنے عہدہ کا ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ پاکستان کی ملٹی نیشنل کمپنیوں پر تحقیق کریں تو 70 فیصد کمپنیوں کے مالکان براہ راست یا بلا واسطہ فوجی افسران ہی نکلیں گے۔ صاحب! مختصر یہ کہ اگر آپ کو احتساب کرنے کی اجازت ملے تو پہلے احتساب افواجِ پاکستان کا کریں، پانامہ تو کُچھ نہیں بڑے بڑے پانامے ملیں گے۔ پاکستان میں کرپشن کے بعد دوسرا بڑا مسئلہ یہ ہے کہ انصاف کا ترازو ہمیشہ غریبوں کیلئے بھاری رہا ہے۔ اُمراء کی بات کی جائے تو کوئی جرات نہیں کرتا اِن کے بارہ میں بات کرے، لفافہ مارکہ میڈیا تو سیاستدانوں کے خلاف بات نہیں کر سکتا افواج کے خلاف بولنا تو ایسے ہے جیسے بیماری کی حالت میں بھیڑ کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا جائے۔ یعنی یقینی موت!

آخر میں ایک بات کی طرف توجہ دلانی ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ پاک فوج شفاف نظام کے تحت چل رہی ہے تو ہم سے بڑا بیوقوف کوئی نہیں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں ہر پاکستانی کے

اندر کرپشن موجود ہے تو یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ پاک فوج کے افسران پاکستانی ہیں اور اوپر سے مسلمان بھی۔ جب کسی کو ۳، ۳ تنخواہوں، مراعات، پلاٹ، بزنس کے مواقع، عہدے کا ناجائز استعمال، عربوں کے تحفے تحائف اور دُنیا بھر میں گھومنے کا گرین سگنل مل جائے تو ایسے ممالک میں مارشل لاء جیسی بیماریاں چھلانگیں مار کر باہر آتی ہیں۔ چھ دہائیوں سے ملک وقوم کو چوسنے اور بلڈی 'سویلین' کہنے اور سمجھنے کے بعد اگر ۱۲ سے ۱۵ جرنیلوں کا احتساب کر بھی دیا جائے تو اسے احتساب نہیں کہنا چاہئے۔ پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ نہیں کاروبار کیا جارہا ہے جس سے اسلحہ فروشوں اور سیکیورٹی ایجنسیوں کا منافع وابستہ ہے۔ تیسرا مسئلہ افواج پاکستان کی کرپشن کے خلاف جنگ نہیں کاروبار کیا جارہا ہے جس سے اسلحہ فروشوں اور سیکیورٹی ایجنسیوں کا منافع وابستہ ہے۔ تیسرا مسئلہ افواج پاکستان کی کرپشن کے خلاف آواز اُٹھانے پر بغاوت کا الزام اور سزا ہے۔

اسلام کا مذہبی طبقہ نے بیڑا غرق کردیا

ڈاکٹر سید وقار حیدر شاہ نام نہاد مولویوں کا پول کھولتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

مولوی کے دل پر اللہ نے تالا لگا دیا ہے۔ غیر مسلم، ہندو، یہودی، عیسائی، بدھ مت مجوسی اور دنیا کے کونے کونے میں رہنے والے انسانوں کو اسلام پوری آب وتاب کے ساتھ سمجھ میں آجائے گا مگر علماء ومفتیان کی اکثریت زنگ آلودہ دل، ضد، ہٹ دھرمی، کوتاہ ذہنی، قاصر دماغی،، مفاد پرستی، فرقہ وارانہ عصبیت، طبقاتی عناد، کورنگاہی اور معصومانہ حماقت کے سبب اسلام کو سمجھنے میں دیر لگا دے گی۔ جانور تو سب ہی جانور ہیں لیکن گدھا ضرب المثل ہوتا ہے، اللہ نے یہودی علماء کو گدھے سے تشبیہ دی اور نبی کریم ﷺ نے ان کے نقش قدم پر چلنے کی پیشگوئی فرمائی تھی جو بالکل درست ثابت ہورہی ہے اور آج تمام طبقے اپنے احوال میں علماء سمیت زیادہ مختلف نہیں ہے۔ مذہبی طبقہ کی اکثریت کو چھوڑ دو، یہ قرآن سمجھنے کی صلاحیت سے ہی خود کو عاری کر کے دل اور دماغ پر زنگ چڑھا چکی ہے۔

فوج کی حکمرانی اس لیے غلط ہے کہ ان کی تربیت دشمن کے لیے ہوتی ہے، ان کا برتاؤ عوام کے ساتھ اچھا نہیں ہوسکتا، البتہ سیاسی قائدین آمریت کی پیداوار ہیں۔ ریاست ماں جیسی مگر ماں انسان نہیں کتیا جیسی، ریاست کے اہلکاروں کا اپنی عوام سے سلوک کتوں کے بچوں کا ہوتا ہے۔ اگر ہم قرآن کے مطابق مہذب بن کر ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کو ان کے حقوق دیں گے تو ہماری ریاستوں کا رویہ بھی درست ہوگا، کشمیر وفلسطین اور سب ہی آزاد ہوں گے۔ (ڈاکٹر سید وقار حیدر شاہ ضربِ حق ۱۰ اگست ۲۰۱۶ء)

مسجد لاک ہاؤس

مسجد کو یوں تو خدا کا گھر کہا جاتا ہے، جسے کسی کا ڈر خوف نہیں لیکن ستم ظریفی دیکھئے کہ سب سے زیادہ تالے ہمیں خدا کے نام پر بنی ہوئی ایسی عمارت ہی میں لگے نظر آتے ہیں۔ پہلا تالا ہمیں چندے کے آہنی ڈبے پر لگا نظر آتا ہے۔ مسجد کے مین گیٹ پر تالا، بیت الخلاء کے دروازے کو تالا، اندر لگے ہوئے بلب کو تالا، لاؤڈ اسپیکر کو تالا، وال کلاک بھی پابہ زنجیر، واٹر کولر اور پانی کھینچنے والی موٹر کو بھی تالا۔ UPS اور بیٹریاں بھی حافظ قرآن طالب علموں کی طرح زنجیروں میں بندھی ہوئی اگر کسی نے تالوں کی ورائٹی کا انتخاب کرنا ہو تو قریبی مسجد کا دورہ ضرور کرے۔ خدا کو تالوں کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں، تالوں کی ضرورت صرف اور صرف ''ملا'' کو ہے، جسے خدا تو دور کی بات خود اپنے آپ پر بھی اعتماد نہیں۔ ان سب تالوں کی حقیقی وجہ نزول مسجد کے منتظمی یعنی ''ملا'' کی عقل پر پڑا ہوا ''تالا'' ہے۔

اگر آپ کی مسجد میں خوش قسمتی سے بم دھماکہ ہو جائے تو پھر کیا ہی بات ہے۔ مسجد کی مشہوری بھی ہو جائے گی اور چندے کی آمدن میں بھی کئی گناہ اضافہ ہوگا۔ اول تو ہر نیوز چینل اور اخبار خود ہی آپ کی مسجد تک پہنچ جائے گا، جو نہ پہنچے اس تک آپ پہنچ جائیں۔ یہ ورد کرتے ہوئے ''تو نہ آ تو ہم چلے آئے'' آجا تینوں اکھیاں اڈیکدیاں'' اور اسے عذاب الٰہی سے مقدور بھر ڈرانے کی کوشش کریں۔ مرتا کیا نا کرتا کے مصداق وہ آپ کو ٹھیک ٹھاک کوریج دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ یہی طریقہ ہے مسجد بنانے کا۔ چاہے ایک بنائیں چاہے ایک ہزار فارمولا یہی رہے گا۔ یاد رہے کہ یہ سب تالے خدا کے گھر کو لگائے گئے ہیں جس میں داخلے سے کسی کو روکا نہیں جاسکتا۔ کسی زمانے میں تو اگر کوئی مجرم بھی مسجد میں پناہ لیتا تھا تو حکمران اسکو گرفتار کرنے کیلئے اسکے مسجد سے باہر آنے کا انتظار کرتا تھا۔ جوتوں سمیت پولیس (جو کہ صوبائی ادارہ ہے) کے مسجد میں داخل ہونے کی مشہور مثال تحریک نظام مصطفیٰ (1977) کے دوران مسلم مسجد، لوہاری گیٹ، لاہور میں قائم ہوئی۔

(پاکستان پہ کیا گزری؟ از عرفان احمد)

اللہ خیر کرے

نظر نہ لگے پاکستانی قوم نا صرف گدھے کا گوشت کھاتی ہے بلکہ انہیں بڑے ناز سے پالتی پوستی بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ گدھا اسلام میں حرام ہے۔ پاکستانیوں نے جس طرح دوسرے اسلامی احکامات کو بدل دیا ہے ویسے ہی گدھے بھی اپنے لیے حلال سمجھ لیے ہیں۔ ہماری سیانی قوم نے چار ٹانگوں والے گدھے کھانے کے ساتھ ساتھ دو ٹانگوں والے مذہبی، سیاسی اور فوجی گدھوں کی حکمرانی بھی تسلیم کر لی ہے۔ اللہ خیر کرے۔ گدھے کے گوشت اور دو ٹانگوں والے گدھوں سے بچائے۔ آمین۔

ارضِ مقدس (گزشتہ سے پیوستہ)

چوہدری ناز احمد ناصر لندن

1099ء/492ہجری میں صلاح الدین ایوبی نے بیت المقدس کو عیسائیوں کے قبضے سے چھڑایا۔شاہ بابل بخت نصر اور رومیوں کی تباہی سے جو ہیکل سلیمانی کی ایک دیوار کا کچھ حصہ بچا ہوا ہے جہاں دو ہزار سال سے یہودی زائرین آکر رویا کرتے ہیں۔اسی لئے اس دیوار گریہ (Wailing Wall) کہا جاتا ہے۔اب یہودی مسجد اقصیٰ کو گرا کر ہیکل سلیمانی تعمیر کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔بیت المقدس کو اسرائیل نے اپنا دارالحکومت بنا رکھا ہے۔

قبلہ تبدیل ہونے کا ذکر، یعنی بیت المقدس سے خانہ کعبہ، سورۃ البقرۃ، آیت 146-145 میں اس طرح بیان ہوا ہے: (ترجمہ) ’’یقیناً ہم دیکھ چکے تھے تیرے چہرے کا آسمان کی طرف متوجہ ہونا۔ پس ضرور تھا کہ ہم تجھے اس قبلہ کی طرف پھیر دیں جس پر تو راضی تھا۔ پس اپنا منہ مسجد حرام کی طرف پھیر لے اور جہاں کہیں بھی تم ہو اسی کی طرف اپنے منہ پھیر لو اور بے شک وہ لوگ جو کتاب دیئے گئے وہ ضرور جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے اور اللہ اس سے جو وہ کرتے ہیں غافل نہیں ہے‘‘۔ مدینہ میں عصر کی نماز کے دوران اللہ تعالیٰ کی وحی آنے پر تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو آپ نے نمازیوں سمیت اپنا رخ فوراً ’’ارض مقدس،، کی بجائے ’’خانہ کعبہ،، کی طرف کرلیا۔ہجرت کے دوسرے سال شعبان کے مہینہ میں یہ حکم جاری ہوا (بقرہ۔149:2) مدینہ کی جس مسجد (بنوسلمیٰ) میں یہ واقعہ پیش آیا اس مسجد کا نام ہی بعد میں ’’ **مسجد قبلتین** ،، (دوقبلوں والی مسجد) پڑ گیا۔اس حکم الٰہی کے بعد اس مسجد کے سامنے کے محراب کا رخ خانہ کعبہ کی طرف ہے جب کہ دوسری جانب، جہاں پہلے محراب ہوتا تھا، اس کو پہلے تو ایک لمبے عرصے تک ویسے ہی رہنے دیا گیا لیکن بعد میں اس کا صرف نشان دیوار کی اوپر کی جانب بنا دیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تو قبلہ ’’خانہ کعبہ‘‘ ہی تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہیکل سلیمانی کو قبلہ بنالیا تھا۔اس کے شمال میں حضرت مریم علیہ السلام کا حجرہ تھا جہاں انہوں نے اعتکاف بھی کیا تھا۔تورات میں لکھا ہے کہ موعود نبی آخرالزمان کا قبلہ بھی ’’مسجد حرام‘‘ ہوگا۔ یہودی اچھی طرح جانتے تھے اور اکثر ہجرت کر کے مکہ اور مدینہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ’’مسجد الحرام‘‘ کے معنی ’’بڑی عزت والا‘‘ ہے (حقائق القرآن، جلد اول، صفحہ 262)۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس اور اس کے اردگرد مختلف قسم کی برکات رکھی تھی۔ بیت المقدس کے اردگرد سے مراد شام کا علاقہ ہے جو انبیاء کا مرکز اور پاکباز فرشتوں کی فرودگاہ رہا ہے۔ بیت المقدس کے سفر کو ’’اسراء‘‘ کہا جاتا ہے۔ اسراء کے متعلق حضرت مصلح الموعودؓ فرماتے ہیں: ’’انہی ایام میں خدا تعالیٰ نے محمد ﷺ کو آئندہ کے لئے ایک زبردست بشارت دی۔ آپ کو ایک کشف میں بتایا گیا کہ آپ ﷺ یروشلم گئے ہیں اور نبیوں نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی، یروشلم کی تعبیر مدینہ تھا جو آئندہ خدائے واحد کی عبادت کا مرکز بننے والا تھا‘‘۔

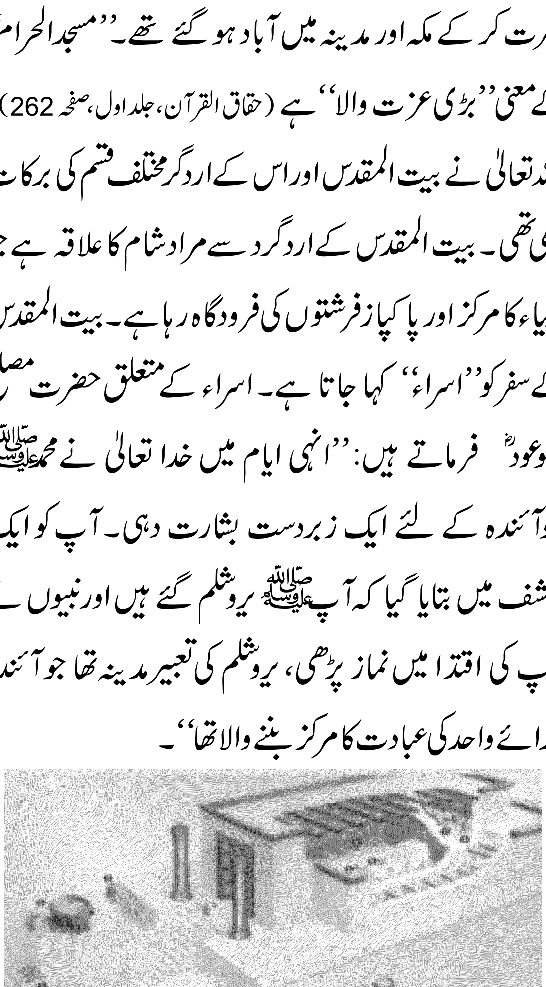

لاہور کی کہانی پطرس بخاری کی زبانی

آخری قسط

ذرائع آمدورفت

جو سیاح لاہور تشریف لانے کا ارادہ رکھتے ہوں، ان کو یہاں کے ذرائع آمدورفت کے متعلق چند ضروری باتیں ذہن نشین کر لینی چاہیں۔ تاکہ وہ یہاں کی سیاحت سے کماحقہ اثر پذیر ہوسکیں۔ جو سڑک بل کھاتی ہوئی لاہور کے بازاروں میں سے گزرتی ہے، تاریخی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ یہ وہی سڑک ہے جسے شیر شاہ سوری نے بنایا تھا۔ یہ آثار قدیمہ میں شمار ہوتی ہے اور بے حد احترام کی نظروں سے دیکھی جاتی ہے۔ چنانچہ اس میں کسی قسم کا ردوبدل گوارا نہیں کیا جاتا۔ وہ قدیم تاریخی گڑھے اور خندقیں جوں کی توں موجود ہیں۔ جنہوں نے کئی سلطنتوں کے تختے اُلٹ دئے تھے۔ آج کل بھی کئی لوگوں کے تختے یہاں اُلٹتے ہیں۔ اور عظمت رفتہ کی یاد دلا کر انسان کو عبرت سکھاتے ہیں۔ بعض لوگ زیادہ عبرت پکڑنے کے لئے ان تختوں کے نیچے کہیں کہیں دو ایک پہیے لگا لیتے ہیں۔ اور سامنے دو بک لگا کر ان میں ایک گھوڑا ٹانگ دیتے ہیں۔ اصطلاح میں اس کو تانگہ کہتے ہیں۔ شوقین لوگ اس تختہ پر موم جامہ منڈھ لیتے ہیں تاکہ پھسلنے میں سہولت ہو اور بہت زیادہ عبرت پکڑی جائے۔

اصلی اور خالص گھوڑے لاہور میں خوراک کے کام آتے ہیں۔ قصابوں کی دوکانوں پر ان ہی کا گوشت بکتا ہے۔ اور زین کس کو کھایا جاتا ہے۔ تانگوں میں ان کی بجائے بناسپتی گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں۔ بناسپتی گھوڑا شکل وصورت میں دم دار تارے سے ملتا ہے۔ کیونکہ اس گھوڑے کی ساخت میں دم زیادہ اور گھوڑا کم پایا جاتا ہے، حرکت کرتے وقت اپنی دم کو دبا لیتا ہے۔ اور اس ضبط نفس سے اپنی رفتار میں ایک سنجیدہ اعتدال پیدا کرتا ہے۔ تاکہ سڑک کا ہر تاریخی گڑھا اور تانگے کا ہر ہچکولا اپنا نقش آپ پر ثبت کرتا جائے اور آپ کا ہر ایک مسام لطف اندوز ہوسکے۔

قابل دید مقامات

لاہور میں قابل دید مقامات مشکل سے ملتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لاہور میں ہر عمارت کی بیرونی دیواریں دہری بنائی جاتی ہیں۔ پہلے اینٹوں اور چونے سے دیوار کھڑی کرتے ہیں اور پھر اس پر اشتہاروں کا پلستر کر دیا جاتا ہے، جو دبازت میں رفتہ رفتہ بڑھتا جاتا ہے۔ شروع شروع میں چھوٹے سائز میں مبہم اور غیر معروف اشتہارات چپکائے جاتے ہیں۔ مثلاً اہل لاہور کو مژدہ اچھا اور سستا مال اس کے بعد ان اشتہاروں کی باری آتی ہے، جن کے مخاطب اہل علم اور سخن فہم لوگ ہوتے ہیں مثلاً گریجویٹ درزی ہاؤس یا اسٹوڈینٹو کے لئے دادرمؤع، یا کہتی ہے ہم کو خلق خدا غائبانہ کیا۔ رفتہ رفتہ گھری کی چار دیواری ایک مکمل ڈائرکٹری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ دروازے کے اُوپر بوٹ پالش کا اشتہار ہے۔ دائیں طرف تازہ مکھن ملنے کا پتہ درج ہے۔ بائیں طرف حافظ کی گولیوں کا بیان ہے۔ اس کھڑکی کے اوپر انجمن خدام ملت کے جلسے کا پروگرام چسپاں ہے۔ اُس کھڑکی پر کسی مشہور لیڈر کے خانگی حالت بالوضاحت بیان کر دئے ہیں۔ عقبی دیوار پر سرکس کے تمام جانوروں کی فہرست ہے اور اصطبل کے دروازے پر مس نغمہ جان کی تصویر اور ان کی فلم کے محاسن گنوار کھے ہیں۔ یہ اشتہارات بڑی سرعت سے بدلتے رہتے ہیں اور ہر نیا مژدہ اور ہر نئی دریافت یا ایجاد یا انقلاب عظیم کی ابتلا چشمی زدن میں ہر ساکن چیز پر لیپ دی جاتی ہے۔ اس لئے عمارتوں کی ظاہری صورت ہر لحہ بدلتی رہتی ہے اور ان کے پہنچانے میں خود شہر کے لوگوں کو بہت دقت پیش آتی ہے۔ لیکن جب سے لاہور میں دستور رائج ہوا ہے کہ بعض استہاری کلمات پختہ سیاہی سے خود دیوار پر نقش کر دئے جاتے ہیں۔ یہ دقت بہت حد تک رفع ہوگئی ہے، ان دائمی اشتہاروں کی بدولت اب یہ خدشہ نہیں رہا کہ کوئی شخص اپنا یا اپنے کسی

دوست کا مکان صرف اس لئے بھول جائے کہ پچھلی مرتبہ وہاں چار پائیوں کا اشتہار لگا ہوا تھا اور لوٹتے تک وہاں اہالیان لاہور کو تازہ اور سستے جوتوں کا مژدہ سنایا جا رہا ہے۔ چنانچہ اب وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ جہاں بحروف جلی محمد علی دندان ساز لکھا ہے وہ اخبار انقلاب کا دفتر ہے۔ جہاں بجلی پانی بھاپ کا بڑا ہسپتال لکھا ہے، وہاں ڈاکٹر اقبال رہتے ہیں۔ خالص گھی کی مٹھائی امتیاز علی تاج کا مکان ہے۔ کرشنا بیوٹی کریم شالامار باغ کو، کھانسی کا مجرب نسخہ جہانگیر کے مقبرے کو جاتا ہے

صنعت وحرفت

اشتہاروں کے علاوہ لاہور کی سب سے بڑی صنعت رسالہ بازی اور سب سے بڑی حرفت انجمن سازی ہے۔ ہر رسالے کا ہر نمبر عموماً خاص نمبر ہوتا ہے۔ اور عام نمبر صرف خاص خاص موقعوں پر شائع کئے جاتے ہیں۔ عام نمبر میں صرف ایڈیٹر کی تصویر اور خاص نمبروں میں مس سلوچنا اور مس کجن کی تصاویر بھی دی جاتی ہیں۔ اس سے ادب کو بہت فروغ نصیب ہوتا ہے اور فن تنقید ترقی کرتا ہے۔

لاہور کے ہر مربع انچ میں ایک انجمن موجود ہے۔ پریزیڈنٹ البتہ تھوڑے ہیں اس لئے فی الحال صرف دو تین اصحاب ہی یہ اہم فرض ادا کر رہے ہیں چونکہ انجمنوں کے اغراض ومقاصد مختلف ہیں اس لئے بسا اوقات ایک ہی صدر صبح کسی مذہبی کانفرنس کا افتتاح کرتا ہے۔ سہ پہر کو کسی سینما کی انجمن میں مس نغمہ جان کا تعارف کراتا ہے اور شام کو کسی کرکٹ ٹیم کے ڈنر میں شامل ہوتا ہے۔ اس سے ان کا مطمع نظر وسیع رہتا ہے۔ تقریر عام طور پر ایسی ہوتی ہے جو تینوں موقعوں پر کام آ سکتی ہے۔ چنانچہ سامعین کو بہت سہولت رہتی ہے۔

پیداوار

لاہور کی سب سے مشہور پیداوار یہاں کے طلباء ہیں جو بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں دساور کو بھیجے جاتے ہیں۔ فصل شروع سرما میں بوئی جاتی ہے۔ اور عموماً اواخر بہار میں پک کر تیار ہوتی ہے۔ طلباء کی کئی قسمیں ہیں جن میں سے چند مشہور ہیں، قسم اولی جمالی کہلاتی ہے، یہ طلبا عام طور پر پہلے درزیوں کے ہاں تیار ہوتے ہیں بعض ازاں دھوبی اور پھر نائی کے پاس بھیجے جاتے ہیں۔ اس عمل کے بعد کسی ریستوران میں ان کی نمائش کی جاتی ہے۔ غروب آفتاب کے بعد کسی سینما یا سینما کے گردونواح میں: رخ روشن کے آگے شمع رکھ کر وہ یہ کہتے ہیں۔ ادھر جاتا ہے دیکھیں یا اُدھر پروانہ آتا ہے۔

شمعیں کئی ہوتی ہیں، لیکن سب کی تصاویر ایک البم میں جمع کر کے اپنے رکھ چھوڑتے ہیں، اور تعطیلات میں ایک ایک کو خط لکھتے رہتے ہیں۔ دوسری قسم جلالی طلباء کی ہے۔ ان کا شجرہ جلال الدین اکبر سے ملتا ہے، اس لئے ہندوستان کا تخت وتاج ان کی ملکیت سمجھا جاتا ہے۔ شام کے وقت چند مصاحبوں کو ساتھ لئے نکلتے ہیں۔ اور جود وسخا کے خم لنڈھاتے پھرتے ہیں۔ کالج کی خوراک انھیں راس نہیں آتی اس لئے ہوسٹل میں فروکش نہیں ہوتے۔ تیسری قسم خیالی طلباء کی ہے۔ یہ اکثر روپ اور اخلاق اور اداگون اور جمہوریت پر با آواز بلند تبادلہ خیالات کرتے پائے جاتے ہیں۔ اور آفرینش اور نفسیات جنسی کے متعلق نئے نئے نظریے پیش کرتے رہتے ہیں۔ صحت جسمانی کو ارتقاء انسانی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لئے علی الصبح ۵،۶ ڈنٹر پیلتے ہیں۔ اور شام کو ہاسٹل کی چھت پر گہری سانس لیتے ہیں۔ گاتے ضرور ہیں۔ لیکن اکثر بے سُرے ہوتے ہیں۔ چوتھی قسم خالی طلباء کی ہے۔ یہ طلبا کی خالص ترین قسم ہے۔ ان کا دامن کسی قسم کی آلائش سے تر ہونے نہیں پاتا۔ کتابیں، امتحانات، مطالعہ اور اس قسم کے خرخشے کبھی ان زندگی میں خلل انداز نہیں ہوتے۔ جس معصومیت کو ساتھ لے کر کالج میں پہنچے تھے، اسے آخر تک ملوث ہونے نہیں دیتے اور تعلیم اور نصاب اور درس کے ہنگاموں میں اسطرح زندگی بسر کرتے ہیں جسطرح ۳۲ دانتوں میں زبان رہتی ہے۔

پچھلے چند سالوں سے طلباء کی ایک اور قسم بھی دکھائی دینے لگی ہے ،لیکن ان کو اچھی طرح سے دیکھنے کے لئے محدب شیشے کا استعمال ضروری ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ریل کا ٹکٹ نصف قیمت پر ملتا ہے۔ اور اگر چاہیں تو اپنی انا کے ساتھ زنانے ڈبے میں بھی سفر کر سکتے ہیں۔ ان کی وجہ سے اب یونیورسٹی نے کالجوں پر شرط عائد کر دی ہیکہ آئندہ صرف وہی لوگ پروفیسر مقرر کئے جائیں جو دودھ پلانے والے جانوروں میں سے ہوں۔

ہم کیوں چلیں اُس راہ پر؟

باعث تحریر آنکہ۔۔۔

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ آسٹریلیا

موت ایک ایسی منزل ہے جس کی طرف زندگی کے تمام ہی راستے بالآخر اختتام پذیر ہوجاتے ہیں خواہ پرانے راستے ہوں جن پہ سب ہی چل رہے ہوں اور خواہ یہ کسی کا کوئی نیا خودتراشیدہ یا نو دریافت شدہ راستہ ہو۔حقیقت یہی ہے کہ منزل سب کی ایک ہی ہے۔ **انا للہ و انا الیہ راجعون۔** گلوکار جنید جمشید نے اپنی زندگی میں کئی راستے اپنائے اور کئی چھوڑے ،اس کی بیقرار اور سدا جستجو میں رہنے والی شخصیت نے نجانے ابھی کتنے ہی دوراہوں ، چوراہوں پہ خود کو کھڑا دیکھنا،اورکئی فیصلوں اور تجربوں سے گزرنا تھا لیکن افسوس کہ چترال سے روانہ ہونے والی پی آئی اے کی بدقسمت پرواز کے افسوسناک حادثہ میں اس کی روح اس دنیا سے ہی پرواز کرگئی۔جنید جمشید اپنے ایک مشہور گیت (’اُس راہ پر‘) کے بولوں کی عملی تصویر تھا،وہ ایک انفرادی اور جداگانہ تشخص چاہتا تھا،ایک ایسے نئے راستے کی تلاش میں تھا جس پہ پہلے کوئی نہ چلا ہولیکن شاید وہ نہیں جانتا تھا کہ ایسے راستے یا تو شاعر کے تخیل میں ملتے ہیں اور یا شاید دور بہت دور کسی خلا میں ان کا کوئی وجود ہوتا ہے۔ بیچارے جنید نے اپنی سمجھ بوجھ اور استعداد کے مطابق جو بھی نیا راستہ اپنانا چاہا اسے شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔انجینئرنگ پڑھی لیکن کی نہیں،پاپ میوزک کی راہ اپنائی اور پھر چھوڑی تو اُس کی اس راہ کے ہمسفر ساتھی فنکاروں اور مداحوں کی تنقید کا سامنا کرنا پڑا اور جب 2014 میں ایک ’’تبلیغی‘‘ مجلس میں ’’بیان‘‘ دیتے ہوئے سیرت النبی ﷺ کے ایک واقعہ کواپنے تئیں دلچسپ رنگ میں ڈھال کر پیش کرنا چاہا تو اس کے اس نئے راہ کے نئے ساتھی جو اسی کی طرح ایک مخصوص حلیے کو اپنائے ہوئے تھے اس کی جان کے درپے ہوگئے۔اسلامی مملکت کے قانون توہین رسالت کی دفعات C-295 اور A-298 کے تحت اس پر ایف آئی آر درج کروادی گئی۔میڈیا پر اس نے رو رو کر ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی لیکن اسے شاید علم نہیں تھا کہ اس سے پہلے انہی دفعات کے تحت گرفتار ایک (غیر مسلم) عورت کی معافی کو بھی اس کے دینی ساتھیوں بلکہ ملک کی اکثریت نے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہوا تھا۔ ببانگ دہل اعلان کئے گئے کہ جنید جمشید کو ہرگز معاف نہ کیا جائے کیونکہ یہ معافی توہین رسالت کے قوانین کو متنازع بنا دے گی۔ان حالات سے فائدہ اٹھا کر اس کے ایک معاند مذہبی سکالر نما ٹی وی اینکر (جس کے رمضان پروگرام کی ریٹنگ کو جنید جمشید کے رمضان پروگرام کی وجہ سے خطرہ لاحق تھا) نے آن ائر جنید جمشید کو مبینہ طور پر فاحشہ کی اولاد قرار دے دیا اور لوگوں کو ایسے گستاخ کو قرار واقعی سزا دینے کے لئے اکسایا۔معافی کا لفظ تو ویسے بھی پاکستانی معاشرہ کی لغت میں موجود نہیں۔حالانکہ پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفٰے ﷺ نے تو اس کافر کو بھی اس کے معافی مانگنے پر معاف فرمادیا تھا جس نے آپ ﷺ کو اکیلا سوتے پاکر تلوار سونت کر للکارا تھا کہ بتاؤ تمہیں میرے ہاتھ سے اب کون بچا سکتا ہے؟ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسے معاف کر دینا ہی تھا جس کے نتیجہ میں اسے اسلام قبول کرنے کی توفیق ملی۔ کاش کہ دعوئ حبِ پیغمبری کرنے والے اسوۂ پیغمبر ﷺ کو اپنانا بھی سیکھیں۔

جنید جمشید نہ تو پروفیشنل انجینئر بن سکا،نہ پروفیشنل گلوکار اور نہ ہی پروفیشنل مولوی۔اس نے اس واقعہ کے بعد کاروباری دورہ کے نام پر بیرون ملک رہائش اختیار کرلی۔غالباً اپنے نئے ساتھیوں کا یہ سلوک دیکھ کر پرانی راہ کے پرانے ساتھیوں کی طرف لوٹنے کی کوشش کی لیکن ایک میوزک شو میں سٹیج پر اپنی ایک پرانی ساتھی فنکارہ کا ہاتھ تھام کر ہنستے ہوئے تصاویر کھچوائیں تو ایک بار پھر اندرون کیا بیرون ملک بھی اس کے خلاف تکفیر اور تنقید کا ایک نیا طوفان کھڑا ہوگیا۔اس کی یہ نئی راہ بھی کسی کو پسند نہیں آئی حالانکہ اس نے وضاحت بھی کی کہ وہ اس

فنکارہ کو اپنی بہن کی طرح سمجھتے ہیں۔

کچھ عرصہ بعد غالباً یہ سوچ کر کہ لوگ بھول گئے ہونگے، جنید نے واپس اپنے وطن پاکستان آنے کا فیصلہ کیا لیکن اسلام آباد ائرپورٹ پر اس کے چہرے کی حیرت اور صدمہ کی کیفیت دیکھنے والی تھی جب اسی کے ہمشکل اور ہم لباس ملاؤں نے تھپڑوں اور مکوں سے اس کا استقبال کیا اس نے پہلے تو اپنے ان ''دینی بھائیوں'' سے بات کرنے کی کوشش کی لیکن جب وہ ایک جتھہ بنا کر اس کی طرف لپکے تو ان کے تیور دیکھ کر بھاگ کر لاؤنج میں پناہ لینا پڑ گئی۔اس واقعہ کی وڈیو میں ایک حملہ آور کی زبان سے جنید کو دی جانے والی بہن کی گالی بھی سنی جاسکتی ہے۔

جنید جمشید کی زندگی تو ایک غیر متوقع غمناک حادثہ نے مختصر کر دی لیکن اس کی زندگی کے حالات اپنے اندر بہت ہی طویل اور پیچ در پیچ کہانیاں لئے ہوئے ہیں۔یہ کہانیاں ایسی کہانیاں ہیں جو اس کے مرنے کے بعد بھی اسی طرح جاری وساری ہیں، دراصل اس کی زندگی پاکستانی معاشرہ کے موجودہ دور کی ایک زندہ تصویر ہے۔پاکستانی معاشرہ کے خدوخال، اس کے رجحانات، سطحی جذباتیت اور حقیقی اسلامی تعلیمات سے لاعلمی، اس کے دوہرے معیار، اس کے تمام تلخ حقائق، ان سب کی تصویر جنید جمشید کی زندگی کے ڈرامائی حالات کی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ان میں ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ جنید جمشید عیسائی، ہندو، پارسی، سکھ، قادیانی، لاہوری (''خود کو احمدی کہنے والا'') وغیرہ نہیں تھا ورنہ دفعات 295-C اور 298-A کے تحت ایف آئی آر درج ہوتے ہی فوری طور پر داخل حوالات کر دیا جاتا (کیونکہ ہماری پولیس اس معاملہ میں انتہائی فرض شناس واقع ہوئی ہے)، یا اگر اندرون سندھ کے کسی بھٹہ خشت میں بیگار پر ملازم ہوتا تو شاید اسی بھٹے میں زندہ بھی جلا دیا جاتا کیونکہ اس معاملہ میں اقلیتی پاکستانی شہریوں کے ساتھ یہی سلوک روا رکھا جاتا ہے۔

قارئین کرام! ایک جنید جمشید ہی نہیں بلکہ اس کے ہمسفر دیگر تمام مسافر بمع پائلٹ، معاون پائلٹ، ائرہوسٹس حتیٰ کہ خود پی آئی اے کا یہ جہاز اور اس کا ملبہ بھی کتنی ہی مزید کہانیاں سناتا نظر آتا ہے۔چترال کے شاہی خاندان کے ایک فرد شہزادہ فرحت الملک صاحب اور ان کی صاحبزادی صاحبہ بھی جان بحق ہونے والوں میں شامل ہیں جن کی رگوں میں تاریخی روایات کے مطابق امیر تیمور اور سکندر اعظم کا خون دوڑ رہا تھا، اس خاندان کی تاریخ، قیام پاکستان سے پہلے اور بعد کے چترال کی تاریخ اور پھر بھٹو صاحب کے ہاتھوں مہتر چترال کا لقب سرکاری طور پر ختم کیا جانا، ان سب کی یاد بھی پھر تازہ ہوگئی۔اسی طرح طیارے میں سوار افراد میں ڈپٹی کمشنر چترال بھی شامل تھے ان کا عہدہ بھی تاریخ چترال سے اسی طرح وابستہ ہے کیونکہ ''ریاست'' چترال ختم ہو کے مالاکنڈ ڈویژن کا ایک ڈسٹرکٹ بن چکی ہے۔جاں بحق ہونے والے ڈی سی صاحب کے بارہ میں بتایا جاتا ہے کہ وہ شریف النفس اور مقبول عام شخصیت تھے۔اور پھر ان معروف افراد کے علاوہ وہ پاکستانی شہری بھی ان جان بحق ہونے والے مسافروں میں شامل ہیں جو بظاہر غیر معروف تھے لیکن وہ محض اپنے پیاروں کی ہی نہیں بلکہ ایک پاکستانی ہونے کے ناطے پاکستان کی بھی جان تھے۔ان میں آٹھویں جماعت کی طالبہ حسینہ (جو گھر پہ ہی تھی) کے والدین، دو بھائی اور دو بہنیں بھی شامل ہیں اور دروش گاؤں کی عائشہ عثمان بھی جس کا دو ہفتہ قبل ہی فون پر نکاح ہوا تھا اور اس نے رخصتی کے بعد انگلینڈ جا کر کیمسٹری میں پی ایچ ڈی کرنا تھی۔(بحوالہ اخبار ڈان)۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اس حادثہ سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان کا ایک جیتا جاگتا ہنستا بولتا حصہ ہم سے اچانک جدا ہوگیا ہے۔ایک ایسا حصہ جسے بجا طور پر آج کے پاکستانی معاشرہ کا نمائندہ ''سیمپل'' کہا جا سکتا ہے۔

اخبارات کے مطابق اس حادثہ کی تحقیقاتی ٹیم میں وزیراعظم نواز شریف صاحب کی طرف سے پاکستان ائرفورس کے افسر کو شامل کرنے کا حکم اور اس کی رپورٹ کسی ''ڈائریکٹر'' یا کسی ''کلرک وصولی خطوط'' کو بھیجنے کی بجائے براہ راست وزیراعظم کو بھجوانے کا مستحسن اور پر حکمت حکم بھی اپنے پس منظر میں کئی کہانیاں رکھتا ہے جن کا ذکر پھر کبھی۔کاش کہ پاکستان اور اس کا معاشرہ بھی اسی راہ پر چل پڑے جس راہ پر دنیا کے ترقی یافتہ، انصاف پسند اور ذمہ دار ممالک کب سے رواں دواں ہیں۔آمین۔

''ہاتھ دھو کر شام کے پیچھے اجالے پڑ گئے''

تحریر: رانا محمد حسن خاں

ہر سال ۱۵ اکتوبر کو ہاتھ دھونے کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ اس کا آغاز عالمی ادارہ صحت اور یونیسف نے ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۸ کو کیا تھا۔ اس دن کے منانے کا مقصد ہاتھ نہ دھونے کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ محققین کی تحقیق کے مطابق ہاتھ باقاعدگی سے دھونا بہت بڑی بڑی بیماریوں سے بچانے کا باعث بنتا ہے۔ بعض لوگوں کے گندے ہاتھوں پر اتنے جراثیم براجمان ہوتے ہیں جتنے گندی نالی میں نہیں ہوتے۔ کرنسی نوٹ پر گندے جراثیموں کی تعداد پاخانے میں موجود جراثیموں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ لوگ جو کرنسی نوٹ گنتے وقت بار بار اپنی انگلی کو زبان سے گیلا کرتے ہیں بعض اوقات ان کی زبان گلنے لگتی ہے۔

ہاتھ دھونا یقیناً بہت اچھی عادت ہے۔ میرے ہم وطن ہاتھ دھونے کو نہایت وسیع معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اس پر یقیناً میرے ہم وطن داد کے مستحق ہیں۔ ہماری قوم کے صفائی پسند عوام، سیاست دان، فوجی اور مولوی سبھی ایک دوسرے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہوئے ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے زیادہ ہاتھ دھونے والی قوم پاکستانی قوم ہے۔ مولویوں کو دیکھ لیں مسلمانوں کو مسلمان کرنے کے لیے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑے ہیں، شاید انہیں ہاتھ دھونے کی بیماری ہے۔ سیاستدان، دولت عوام کی ہڈیوں اور خون سے ہاتھ دھو کر کشید کر رہے ہیں۔ فوج اپنا اقتدار میں حصہ لینے کے لیے گزشتہ پچاس سال سے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑی ہے اور اس کشمکش میں قوم آدھے ملک سے بھی ہاتھ دھو چکی ہے۔ سیاست اور فوج کی بدمعاشی کی وجہ سے لاکھوں بے گناہ دلیر سپاہی اور معصوم شہری اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں یا ٹانگوں اور بازوؤں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ اور جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو سبھی ہر قسم کے اخلاق سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ریڑھی والے سے لیکر چیف جسٹس تک سبھی جھوٹ بولنے کے عادی ہو کر سچائی جیسے عظیم وصف سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ ساس، بہو کے پیچھے اور بہو ساس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے۔ ڈاکٹر، مریض کے اور مریض، ڈاکٹر کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہیں۔ ساری قوم کسی نہ کسی برائی کو سینے سے لگا کر ایک دوسرے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ساری مسلم دنیا بالعموم اور پاکستانی قوم بالخصوص عقل و دانش سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے۔ اتفاق جیسی قیمتی مالا سے ہاتھ دھو کر ذلت اور مسکنت سے دو چار ہو چکے ہیں۔ اب ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ایسی قوم کو کیسے کہیں کہ ہاتھ دھونے کو اپنی عادت بنایئے۔ آیئے دیکھتے ہیں شاعر لوگ ہاتھ دھونے کے متعلق کیا کہتے ہیں:۔

سرہانے سے یہ کیوں اُٹھے، وہ دُنیا سے نہیں اٹھتا
مسیحا ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے بیمار کے پیچھے
دودھ میں مکھی تھی چوہا تو نہیں تھا حضور
ہاتھ دھو کر پیچھے ہی پڑ جائیں گے کیا
دیکھ کے ایک بار انہیں دل سے تو ہاتھ دھو چکے
دیکھیے کیا گزرتی ہے دوسری بار دیکھ کر
ڈوبنے سے پہلے سورج کے نکل آتا ہے چاند
ہاتھ دھو کر شام کے پیچھے اجالے پڑ گئے
بے تکلف ہاتھ دھو کر بیٹھ جاتے ہیں ضرور
دیکھ لیتے ہیں بچھا جس جا پہ دستر خوان شیخ
ہاتھ دھو کر پڑی ہو پیچھے تم
جان پر آ بنی حواس ہیں گم
پیارے ہاتھ تو پھرتے ہو مال و زر کے لیے
بالآخر ان سے مگر ہاتھ دھونا پڑتا ہے
گو تیرے ہونٹ ظالم آب حیات ہوں اب
کیا ہم کو جی کی بیٹھے ہم جی سے ہاتھ دھو کر

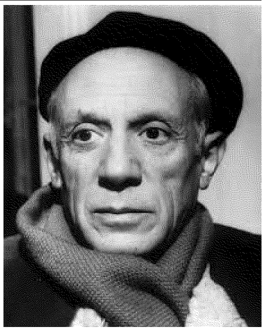

پابلو پکاسو۔Pablo Picasso

مرسلہ:علیشا نگار۔لندن

جدید دور کا سب سے بڑا مصور پابلو پکاسو Pablo Picasso جسے تجریدی مصوری کا موجد کہا جاتا ہے ۲۵ اکتوبر ۱۸۸۱ء کو سپین کے مشہور شہر ملاگا Malaga میں پیدا ہوا۔ پیدائش کے وقت پکاسو اتنا چھوٹا تھا کہ نرس نے یہ سمجھا کہ ابھی بچے کی پیدائش باقی ہے اس لیے وہ زچہ کی طرف متوجہ ہوگئی جبکہ پکاسو پیدا ہو چکا تھا۔ پکاسو کا نام بھی نہایت دلچسپ اور طویل ہے۔ اس عظیم مصور کا نام ۲۳ الفاظ پر مشتمل ہے۔ یعنی پکاسو کا پورا نام ہے Pablo Diego José Francisco de Paula Juan Nepomuceno María de los Remedios Cipriano de la Santísima Trinidad Martyr Patricio Clito Ruíz y Picasso. پکاسو کی پیدائش کے بعد اس کے والد جو مصور تھے اور آرٹ کے استاد تھے، لاکارونا نامی شہر منتقل ہوگئے جو بحر اٹلانٹک کے علاقہ میں واقع ہے۔ یہاں پکاسو نے اپنی زندگی کا پہلا مکمل لفظ بولا اور وہ لفظ تھا "lapiz" یعنی پنسل۔ پکاسو اسکول میں اچھا طالب علم نہ تھا اسے detention کی سزا آئے روز ملتی تھی۔ پکاسو جب سات سال کا تھا اس کے والد نے اسے آرٹ سکھانا شروع کیا۔ نو سال کی عمر میں اس نے اپنی پہلی پینٹنگ مکمل کی۔ پکاسو جب ۱۳ برس کا ہوا تو اس کے والد نے اس کی مصوری دیکھ کر اپنے پینٹ اور برش پکاسو کے حوالے کر کے مصوری کو خیر باد کہہ دیا، اس نے بیٹے کو خود سے بہت بہتر مصور دیکھ لیا تھا۔ پکاسو جب ۱۹ سال کا تھا اسے پہلی سولو نمائش کی اجازت ملی ۱۹۰۳ء میں پکاسو فرانس کے شہر پیرس چلا گیا جہاں اس کے ''نیلے دور'' کی تصویروں کا آغاز ہوا۔ اس دور کو ''نیلا'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں اس نے مایوس، اداس اور بیمار کرداروں اور سرکس میں ناچنے والوں کی تصویریں خالص نیلے رنگوں میں بنائیں۔ اس کے بعد اس کا گلابی یا کلاسیکی دور آتا ہے۔ بعدازاں اس نے مصوری کی پرانی روایات کو ترک کر دیا۔ اس قطع تعلقی کے بعد اس نے دو سال تک افریقی حبشیوں کی قدیم مصوری اور سنگ تراشی کا گہرا مطالعہ کیا پھر دو سال تک سیزانے کے شاہکاروں کا مطالعہ کیا۔ اس مطالعاتی دور کے بعد ۱۹۰۹ء میں پکاسو کا کیوبزم کا دور شروع ہوا۔ ۱۹۲۰ء میں پکاسو نے کلاسیکی اسلوب میں حقیقت نگاری کے ساتھ تصویریں بنانے لگا۔ اور ساتھ ہی اسے تجریدی مصوری سے دلچسپی پیدا ہوگئی۔ جنگ عظیم کے بعد پکاسو کو کوزہ گری سے دلچسپی پیدا ہوگئی اور اس نے ویلارس میں کوزہ گری کا بہت بڑا اسٹوڈیو بنایا۔ پکاسو امن کا بہت بڑا حامی تھا اس کی بنائی ہوئی فاختہ آج تک امن پسندی کی علامت ہے۔

عظیم پکاسو کی مصوری کے شاندار شاہکار تمام دنیا کے مختلف عجائب گھروں میں موجود ہیں۔ جرمنی وہ ملک ہے جس میں اس کی بنائی ہوئی تصویریں رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ پکاسو نے بہت ساری خواتین سے دوستی کی اور ان خواتین میں سے ایک خاتون Dora Maar کی تصویریں بھی بنائیں۔ پکاسو کے تین عورتوں کے بطن سے چار بچے پیدا ہوئے۔ پکاسو نے دو خواتین سے شادی کی تھی۔ پکاسو بہت بڑا استاد اور دیو مالائی شخصیت تھا، کہا جاتا ہے کہ بیسویں صدی کی ہر تحریک میں اس کا ہاتھ تھا۔ ٹائم میگزین نے ۱۹۹۸ء میں موجودہ صدی کی سو بڑی شخصیات کا انتخاب کیا تو پابلو پکاسو کو پہلے نمبر پر قرار دیتے ہوئے لکھا کہ ''اس سے قبل کوئی آرٹسٹ اس قدر مشہور و معروف نہ ہو سکا جتنا پکاسو۔ عظیم مصور پکاسو ۸ اپریل ۱۹۷۳ء کو ۹۱ برس کی عمر میں فرانس کے شہر Mougins میں وفات پا گیا۔

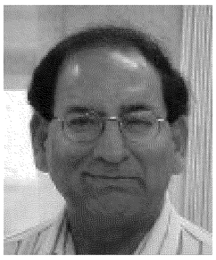

موازنہ ادیان کا بانی
ابو ریحان البیرونی

(قسط اوّل)

رشحات قلم: زکریا ورک۔ کینیڈا

ایشیا میں جب پہلا ہزار سال ختم ہونے کا تھا تو وہ وقت علم وفضل، تجارت اور جنگوں کے ضمن میں ولولہ انگیز تھا۔ ایک ہزار واں سال ختم ہونے کو تھا جب ایشیا میں ابن سینا جیسا عبقری انسان تولد ہؤا، اور یورپ میں ابن رشد جیسا نابغہ روزگار فلسفہ وحکمت کے فلک پر نمودار ہؤا تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب امام الغزالیؒ نے احیاء العلوم جیسی معرکۃ الآراء کتاب زیب قرطاس کی اور ابن الہیثم نے کتاب المناظر جیسی مبسوط کتاب رقم کی تھی۔ اس دور سے دوسو سال قبل بغداد میں اس عہد ساز ترجمہ کی تحریک کی ابتداء ہوئی جب فارسی، عبرانی، شامی اور یونانی کتابوں کے تراجم عربی زبان میں کئے گئے۔ اسلامی دور حکومت میں مختلف علوم جیسے اسٹرانومی، الجبرا، ریاضی، فلاسفی، منطق، علم الادویاء میں کتابیں لکھے جانے کے علاوہ نئی نئی دریافتیں کی گئیں۔ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کی ہے کہ اس دور میں البیرونی (م 13 دسمبر 1048) نے پہلی بار موازنہ ادیان پر قلم اٹھایا تھا۔

آج کے دور میں جبکہ شدت پسندی کا مشرق ومغرب میں دور دورہ ہے وقت کا تقاضا ہے کہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے فضا ہموار کی جائے۔ مذاہب کا مطالعہ اس نقطہ نظر سے کیا جائے کہ امن کی فضا قائم ہو، مذاہب کے پیروکاروں میں پیار جنم لے اور انسانیت کا علم ہر جگہہ لہرائے۔ اس ضمن میں تقابلہ مطالعہ ادیان کے مؤسس ابوریحان البیرونی کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے۔

ادیان کی تاریخ: ادیان کی تاریخ کا مطالعہ کوئی پرانا علم نہیں ہے۔ یورپ میں گیارھویں اور بارھویں صدیوں میں یونیورسٹیوں کا آغاز ہؤا تو اس وقت ان کا بنیادی مقصد دینی علوم کی تعلیم سے طالبعلموں کو آراستہ کرنا تھا۔ ان کو اپنے مذہب کے سوا کسی اور مذہب سے کوئی سروکار نہ تھا۔ اگر مذاہب کا مطالعہ کیا ہی جاتا تو اس کا مقصد ایسے ادیان کا مطالعہ تھا جو مسلمہ عقائد کے برخلاف، گمراہ کن اور کذب تھے۔

تھیولوجی اور ادیان کے مطالعہ کے مابین فرق سمجھنا بعض دفعہ مشکل ہوتا ہے۔ تھیولوجی یعنی عقائد کا مطالعہ ایک صاحب ایمان دوسرے مومن کو سکھا سکتا تا نجات کا ذریعہ حاصل ہو جبکہ موازنہ ادیان میں مذہب کا تجزیہ متعدد نقطہ ہائے نظر سے کیا جاتا، عالمی ادیان کے عقائد، اخلاقیات، میٹافزکس، نجات کی ماہیئت اور حصول کا موازنہ کیا جاتا تا کہ انسانی تجربہ کو سمجھا جاسکے۔ ادیان کے مطالعہ میں تاریخ، سوشیالوجی، لٹریچر اور دیوتاؤں کی خیالی کہانیاں شامل ہیں۔ ان میں مشرق وسطی، ایرانی، افریقن، ہندوستانی، ایسٹ ایشن، امریکن، اور قدیم یونانی ادیان شامل ہیں۔

یورپ میں جرمن ماہر لسانیات و ہندویات میکس میولر (Max Muller 1823-1900) کی کتابوں اور ماہر مصریات سی پی ٹیل (C.P. Teale) کی کتابوں اور لیکچرز کی وجہ سے موازنہ ادیان کا آغاز ہؤا تھا۔

بیرونی کا مختصر تعارف: بیرونی کی ولادت سینٹرل ایشیا کے ملک ازبکستان کی قدیم ریاست خوارزم کے دارلخلافہ کاث (ازبک) میں ہوئی تھی۔ 1957ء میں کاث کا نام البیرونی کی یاد میں بیرونیہ میں تبدیل کر دیا گیا۔ ریاست خوارزم اس وقت ازبکستان، ترکمنستان، کازقستان میں تقسیم شدہ ہے۔ اس کی اوائل زندگی کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ اس کو فطری طور پر علم ہیئت میں خاص شوق تھا چنانچہ 17 سال کی عمر میں اپنے آبائی شہر کا عرض بلد معلوم کیا تھا۔ یہ دراصل علم جغرافیہ سے اس کے دائمی شوق کی خشت اول تھی۔

آرام وشانتی سے کتابوں کے مطالعہ اور ان کو قلم بند کرنے کا یہ سلسلہ 995ء ختم ہو گیا جب محمود غزنوی نے اس کے آبائی شہر پر حملہ کر

کے اس کو یرغمال بنالیا۔سلطان محمود غزنوی کو اپنی سلطنت کیلئے بیرونی جیسے اہل علم اور سفارت کاروں کی ضرورت تھی۔جلد ہی بیرونی غزنہ (افغانستان) پہنچ گیا۔زندگی میں چھ شہزادوں کی خدمت پر مامور رہا، مگر سیاست اور سکالرشپ کو اس نے ہمیشہ جدا جدا رکھا۔

علامہ دہر: بیرونی جامع العلوم شخص تھا جس نے اسٹرانومی، ریاضی، جیوگرافی، علم مساحت یعنی جیوڈیسی، منرلوجی، فارما کالوجی، ہسٹری میں زبردست کارنامے سرانجام دئے۔ہندوستان اور ہندو کلچر پر اس کی کتاب تاریخ الہند تو اس کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔بیرونی نے تمام کتابیں فارسی اور عربی میں قلم بند کی تھیں، اور سنسکرت سیکھنے کیلئے اس نے بڑی جانفشانی سے محنت کی تھی تو ہندوستان کے مذاہب کا مطالعہ ان کی زبان میں کیا جا سکے۔ البتہ اس کو متعدد زبانوں پر عبور حاصل تھا۔سیاسی امور سے نپٹنے کے علاوہ اس نے بڑی جانفشانی سے 146 کتابیں زیب قرطاس کی تھیں جن میں 95 کا تعلق ہیئت اور ریاضی کے علوم سے تھا۔اس دور کے مسلمان سکالرز کا خیال تھا کہ ممکن ہے زمین حرکت کرتی ہے جہاں تک بیرونی کا تعلق ہے اس نے تسلیم کیا کہ وہ اس آئیڈیا کو نہ تو ثابت کرسکتا اور نہ ہی غلط ثابت کرسکتا البتہ اس کے خیالات زمین کی حرکت کے حق میں تھے۔

فلاسفر: بیرونی اعلیٰ پایہ کا فلاسفر بھی تھا۔بیرونی کے دور حیات تک مسلمان یونانی فلاسفروں کے خیالات سے کلی طور پر آگاہ ہو چکے تھے، کیونکہ یونانی کی متعدد کتابیں عربی میں ترجمہ کی جا چکی تھیں۔مسلمان سکالرز ارسطو اور افلاطون کے نظریات کو قبول کرنے لگے تھے جس کی وجہ سے ان کے اذہان میں سوالات پیدا ہونے لگے کہ خدا کی ماہیت کیا ہے؟ خدا کی قدرت، کائنات کا آغاز اور تخلیق، الہام کی نوعیت جیسے سوالات اور متنازعہ نظریات کو اسلامی عقائد کے مطابق ڈھالنا ایک مسئلہ بن چکا تھا۔بہ حیثیت فلاسفر بیرونی کے ہم عصر ابن سینا کو زیادہ اہم مقام حاصل ہے۔بیرونی اور ابن سینا دیگر علوم میں ہم پلہ تھے اور دونوں کے درمیان سوال و جواب کی صورت میں خط و کتابت ہوئی تھی۔کتابی صورت میں یہ ابھی تک الا سیلہ والاجویبہ کے نام سے محفوظ ہے۔ (کتاب نامور سائنسداں، ابو ریحان البیرونی از قلم زکریا ورک میں صفحات 194-191، پر اٹھارہ سوالات درج ہیں)

موازنہ ادیان: البیرونی سے قبل کئی ایک سکالرز نے موازنہ ادیان کا مطالعہ کیا تھا لیکن ان میں سے اکثریت کا تعلق یا تو اس گروہ سے تھا جس نے برگشتہ فرقوں یا ادیان کا مطالعہ کیا محض ان کو برا کہنے یا چٹخارے لینے کیلئے کیا۔دوسرا گروہ یا پھر وہ تھا جس نے ادیان کا مطالعہ کیا مگر ان کے مابین لطیف حد فاصل کو سمجھ نہ پائے۔اس ضمن میں بیرونی نے ابوالعباس ایران شہری کا ذکر کرتے ہوئے کہا:"وہ کسی موجودہ دین پر یقین نہیں رکھتا تھا لیکن ایک ایسے دین کا واحد پیروکار تھا جسکا وہ موجد تھا اور جس کی تشہیر واشاعت کی اس نے کوشش کی"۔

اس بات میں دو رائے نہیں کہ موازنہ ادیان کے مطالعہ Comparative study of religion کی داغ بیل بیرونی نے ڈالی تھی جس نے چھ ادیان زرتشیت، یہودیت، جین ازم، ہندوازم، عیسائیت اور اسلام کے عقائد اور اعمال practices کا موازنہ پہلی بار پیش کیا تھا۔بیرونی نے تمام ادیان کے عقائد، رسومات، رواج، تہواروں کو دیانت داری اور بغیر تعصب کے پیش کیا، اس حد تک کہ ہر دین کی شناخت برقرار رہے۔دین کے بارے میں اس کی اپروچ معروضی تھی جس کی وجہ سے اس کی شہرت آج تک برقرار ہے۔اس نے کہا ان جملہ ادیان کو جیسے کے وہ تھے سمجھا اور پرکھا بجائے اس کے کہ ان کے عقائد کو غلط یا برا کہا جائے۔بیرونی کا کہنا تھا کہ تمام کلچرز آپس میں دور سے کہیں جا کر دیگر کلچرز سے منضبط یا منسلک ہو جاتے کیونکہ یہ بہر حال انسان کے ہی بنائے ہوئے ہیں۔آرتھر جیفری بیرونی کی موازنہ ادیان میں کنٹری بیوشن کے بارے میں لکھتا ہے:

Arthur Jeffery states: al-Biruni's contribution to the study of religion by establishing such scrupulous scientific principles as completeness, accuracy, and unbiased treatment is rare in his era and "unique in the history of his own faith."

ترجمہ'': البیرونی کی ادیان کے مطالعہ میں کنٹری بیوشن اس کے دور میں نادر اور اس کے اپنے دین کی تاریخ میں بے مثال ہے۔'' اس کیلئے اس نے ایسے سائنسی اصول وضع کئے جیسے مکملیت، درستی، اور غیر جانبدارانہ طریقہ۔

موازنہ ادیان کے ضمن میں بیرونی رقم طراز ہے:۔

''عیسائیت سے قبل یونانیوں کے بھی وہی عقائد وافکار تھے جو ہندوؤں کے ہیں۔ ان کے طبقہ علماء کا طریقہ فکر بھی ہندو علماء جیسا تھا اور یونانی عوام ہندو عوام کی طرح بت پرستانہ خیالات رکھتے تھے۔ لیکن یونانیوں میں کچھ ایسے حکماء پیدا ہوئے جنہوں نے حقیقت کو ایسی خرافات سے پاک کیا۔ اس سلسلے میں سقراط کا نام قابل ذکر ہے جس نے اپنی قوم کے عوام کی مخالفت کی اور حق پر قائم رہنے کی پاداش میں جان دی"

(البیرونی کا ہندوستان، مرتبہ قائم الدین احمد، اردو ترجمہ عبدالحی 2005ء صفحہ 32، اردو بازار لاہور)

موازنہ ادیان کے ضمن بیرونی کی دو کتابوں کا احوال بیان کرنا لازم ہے یعنی کتاب آثار الباقیہ اور تاریخ الہند۔

کتاب آثار الباقیہ: بیرونی نے اپنی سب سے پہلی کتاب آثار الباقیہ عن القرون الخالیہ (Chronology of Ancient Nations) جرجان میں قیام کے دوران 999ء میں تالیف کی تھی۔ اس کے لکھے جانے کی وجہ اس نے خود بیان کی: " ادباء میں سے ایک صاحب نے مختلف قوموں کی تواریخ کی کیفیت، ان کے اصول میں اختلاف کی وجہ مجھ سے دریافت کی۔ یعنی تاریخیں کہاں سے شروع ہوتی ہیں اور ان کے حصے یعنی سال اور مہینے جن پر مبنی ہیں کیا ہیں؟۔ کیا اسباب تھے جن کی وجہ سے اختلاف پیش آیا۔ نیز کون کون سے مشہور تیوہار، میلے اور یادگار ایام مخصوص اوقات اور رسوم وغیرہ ہیں جو مختلف قوموں میں رائج ہیں"۔

(البیرونی، از سید حسن برنی صفحہ 43، 1927ء)

یہ کتاب دور ماضی کے اہم تاریخی، مذہبی، اور علمی مسائل پر ایک تنقیدی تاریخ ہے جس میں مختلف تہذیبوں یعنی شامی، ایرانی، یونانی، عبرانی، نصرانی، صابی، زرتشتی، عرب اور اہل یہود کے کیلنڈروں، اور تہواروں کا ذکر کر کے بتایا کہ بعض اقوام نے کیوں بعض اوقات اور موسم اپنے میلوں اور تیوہاروں کیلئے مقرر کئے۔ کتاب میں بارہ ادیان اور دینی کمیونٹیز کا ذکر کیا گیا جس کی اکثریت کا تعلق ہندو دھرم سے ہے۔ بدھ مت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں دی گئیں کیونکہ اس وقت شمالی ہندوستان سے یہ مذہب ختم ہو چکا تھا۔ کتاب کے 21 ، ابواب ہیں۔ آٹھواں باب مدعیان نبوت اور ان کی امتوں کی تاریخیں، مہاتما بدھ، مانی، مزدک بن ہمداد، مسیلمہ، بہافریذ بن ماہ فروزین، ہاشم بن حکیم المعروف ابن المقفع، حسین بن منصور حلاج، ابی زکریا الطمامی اور ابن ابی الغراقر کے حالات زندگی۔ درج ذیل اقوام کے تہواروں اور صیام کا ذکر کیا گیا ہے: ایرانی، سغدین، اہل خوارزم ، یونانی، اہل یہود، ملکیہ Melkite ، نصرانی، جیوش پاس اوور Passover، کرسچین لنٹ Lent، نصاری نسطوریہ Nestorian Christian، قدیم مجوسیوں اور صابعین، قبل از اسلام عرب قوم اور مسلمان۔ (نامور سائنسدان البیرونی، از قلم زکریا ورک 74، کتابی دنیا، دہلی 2007)

کتاب کی خصوصیات کے متعلق سید حسن برنی رقم طراز ہیں:

" کتاب کو دیکھ کر مبصر کو حیرت ہوتی ہے کہ سوا نو سو سال پہلے کسطرح کوئی مصنف ایسے عالمانہ اور محققانہ طور پر اس تصنیف کو لکھ سکتا تھا۔ کسی مضمون کی روایات کو جمع کرنا، تنقیدی نظر سے اس کے ہر پہلو کو جانچنا، ہر ایک کی صحت و عدم صحت پوری تحققیات کے بعد صحیح فیصلہ صادر کرنا، بیرونی کے آثار (الباقیہ) کے ایسے خصائص ہیں جو اس کی ہر تصنیف کو دیگر تصنیف سے ممتاز کرتے ہیں۔ جا بجا ریاضی کی مدد سے معاملات کو پرکھا ہے اور موشگافی کے نئے نئے طریقوں سے کام لیا ہے۔۔۔ بیرونی نے آتش پرستوں کی نہایت عمدہ تقویم، عید نوروز، اور تیوہاروں کی کیفیت آثار میں تحریر کی ہے جو فی زمانہ قابل قدر چیز ہے"۔ (البیرونی، از سید حسن برنی، صفحہ 148)

جناب زکریا ورک صاحب کا دلچسپ مضمون جاری ہے۔ انشاءاللہ آئندہ شمارہ میں اگلی قسط پیش کی جائے گی۔ اگلی قسط میں ابوریحان البیرونی کی مشہور و معروف کتاب ''کتاب الہند'' کے متعلق دلچسپ حقائق بیان کیے جائیں گے۔ انشاءاللہ۔

دُعا کی اہمیت اور آداب

تحریر۔عبدالحق شاکر۔لنڈن

دُعا کا میدان بڑا وسیع ہے اور اس کے کچھ اصول و آداب ہیں جن کو سمجھنے کے لئے وقت اور صبر کی ضرورت ہے۔سننا اور قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی دو بہت ہی پیاری صفات ہیں۔جس طرح وہ ایک ہزار سال پہلے اپنے بندوں کی دُعائیں سُنتا تھا آج بھی سُنتا ہے اور جس طرح دس ہزار سال پہلے اپنے بندوں کی دُعائیں قبول کرتا تھا آج بھی قبول کرتا ہے اور کرتا رہے گا کیونکہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والی صفات کا مالک ہے۔ بندہ جو بھی دعا کرتا ہے اسے اپنے لئے مفید سمجھ کر کرتا ہے لیکن اصل حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے جو دعائیں اللہ تعالیٰ کی نظر میں مفید ہوں انہیں مناسب وقت آنے پر ضرور قبول کرتا ہے۔ دعا کی قبولیت کے لئے دعا کے آداب کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ضروری ہے۔ دعا کے آداب کا مضمون بہت وسیع ہے۔ اس جگہ ہم اپنی استعداد کے مطابق کچھ اہم امور تحریر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہوں اور دعا کرتے کرتے تھک کر بیٹھ نہ جائیں بلکہ زندگی کے آخری سانس تک دعائیں کرتے رہیں۔اس یقین کے ساتھ کہ مناسب وقت آنے پر دُعا ضرور قبول ہو جاتی ہے۔اس یقین کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ قادر و توانا ہے اور عظیم الشان قدرتوں کا مالک ہے اور اُس کے لئے کوئی چیز ناممکن نہیں بلکہ انسان کے نزدیک جو ناممکن ہوتا ہے اسے وہ دعا کے نتیجہ میں ممکن بنا دیتا ہے۔ہمیں سب سے بڑھ کر اُسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور اس بات پر کامل یقین رکھیں کہ جو مستحق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا کرتا ہے۔ افسوس کہ بہت سے لوگ بے صبری اور ناشکری دکھاتے ہیں اور جلد گھبرا جاتے ہیں اور دعائیں کرنا چھوڑ کر مایوسی اور نادانی کے راستہ پر لوٹ جاتے ہیں۔

اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ صلاحیتوں سے کام لینا چھوڑ دے بلکہ ضروری ہے کہ اللہ پاک نے جو نعمتیں ہمارے لئے پیدا کی ہیں ہم اپنی طاقت کے مطابق ان سے پورا پورا کام لیں۔ جہاں تک کوشش کرنے کا تعلق ہے اس کا پورا حق ادا کریں اور پھر اللہ پاک کے حضور دعا بھی کریں۔

کچھ لوگ اصل حاجت روا اور مالک حقیقی کو چھوڑ کر خود ساختہ خُداؤں کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ان شعبدہ بازوں ، جادوگروں،ڈبہ پیروں اور ڈرامے باز لوگوں کے پیچھے جانے اور موٹی موٹی فیسیں ادا کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکیں اور اُس سے مانگیں۔بھلا عاجز انسان کسی کو کیا دے سکتا ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان خود اللہ تعالیٰ کے در پر حاضری دے اور اس سے مانگے جو ایسے خزانوں کا مالک ہے جن میں کبھی کمی واقع نہیں ہوتی اور جہاں ہمیں کوئی فیس بھی ادا نہیں کرنی پڑتی۔ ایسے لوگ جو خود دولت اور دنیا کے بھوکے ہوں ان کا اللہ تعالیٰ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔مخلوق کا حق دبانے والا ظالم ہے اور ظالم کی دعا قبول نہیں ہوتی۔اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے اور دعائیں مانگنے سے ایک انعام تو ہر دفعہ اُسی وقت حاصل ہو جاتا ہے۔یعنی ذہنی اور قلبی سکون۔یہ بھی دعا کرنی چاہئے کہ اے مالکِ کُل مجھے نیک لوگوں کا ماحول عطا فرما اور ایسے ماحول کی تلاش بھی جاری رکھیں جہاں اچھے لوگ آباد ہوں اور خوب سے خوب تر کی جدوجہد کرتے رہیں۔یاد رکھیں دنیا میں ہر قسم کے لوگ آباد ہیں، اچھے بھی اور برے بھی، جب آپ برے لوگوں کی سوسائٹی سے دور رہیں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو نیک لوگوں کا ماحول عطا فرمائے گا او اچھے کاموں کی توفیق بخشے گا۔

بزرگ لکھتے ہیں ’’جس طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں میں نیک اور بد انسان میں فرق کیا گیا ہے اور اُن کے جدا جدا مقام ٹھہرائے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے قانون قدرت میں ان دو انسانوں میں بھی فرق ہے جن میں سے ایک خدا تعالیٰ کو چشمہ فیض سمجھ کر بذریعہ حالی اور قالی دُعاؤں کے اس سے قوت اور امداد مانگتا ہے اور دوسرا صرف اپنی تدبیر اور قوت پر بھروسہ کر کے دعا کو قابل مضحکہ سمجھتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ سے بے نیاز اور متکبرانہ حالت میں رہتا ہے۔جو شخص مشکل اور مصیبت کے وقت خدا سے دُعا کرتا اور اس سے مشکلات کا حل چاہتا ہے وہ بشرطیکہ دعا کو کمال تک پہنچا دے خدا تعالیٰ سے اطمینان اور حقیقی خوشحالی پاتا ہے۔اگر بالفرض وہ مطلب اس کو نہ ملے تب بھی کسی اور قسم کی تسلی اور سکینت خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کو عنایت ہوتی ہے اور وہ ہرگز ہرگز نامراد نہیں رہتا۔اور علاوہ کامیابی کے ایمانی قوت اس

کی ترقی پکڑتی ہے اور یقین بڑھتا ہے لیکن جو شخص دعا کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف مونہہ نہیں کرتا وہ ہمیشہ اندھا رہتا ہے اور اندھا مرتا ہے۔ اور ہماری اس تقریر میں ان نادانوں کا جواب کافی طور پر ہے جو اپنی نظر خطا کار کی وجہ سے یہ اعتراض کر بیٹھتے ہیں کہ بہتیرے ایسے آدمی نظر آتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ اپنے حال اور قال سے دُعا میں فنا ہوتے ہیں پھر بھی اپنے مقاصد میں نامراد رہتے اور نامراد مرتے ہیں اور بمقابل ان کے ایک اور شخص ہوتا ہے کہ نہ دُعا کا قائل نہ خدا کا قائل وہ ان پر فتح پاتا ہے اور بڑی بڑی کامیابی اس کو حاصل ہوتی ہے سو جیسا کہ ابھی میں نے اشارہ کیا ہے اصل مطلب دُعا سے اطمینان اور تسلی اور حقیقی خوشحالی کا پانا ہے۔ اور یہ ہرگز صحیح نہیں کہ ہماری خوشحالی کس امر میں ہے وہ کامل دُعا کے بعد ہمیں عنایت کر دیتا ہے۔ جو شخص روح کی سچائی سے دُعا کرتا ہے وہ ممکن نہیں کہ حقیقی طور پر نامراد رہ سکے بلکہ وہ خوشحالی جو نہ صرف دولت سے مل سکتی ہے اور نہ حکومت سے اور نہ صحت سے بلکہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ جس پیرایہ میں چاہے وہ عنایت کر سکتا ہے ہاں وہ کامل دعاؤں سے عنایت کی جاتی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو ایک مخلص صادق کو عین مصیبت کے وقت میں دعا کے بعد وہ لذت حاصل ہو جاتی ہے جو ایک شہنشاہ کو تختِ شاہی پر حاصل نہیں ہو سکتی۔ سو اسی کا نام حقیقی مراد یابی ہے جو آخر دعا کرنے والوں کو ملتی ہے اور ان کی آفات کا خاتمہ بڑی خوشحالی کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اگر اطمینان اور سچی خوشحالی حاصل نہیں ہوئی تو ہماری کامیابی بھی ہمارے لئے ایک دکھ ہے۔

سو یہ اطمینان اور روح کی سچی خوشحالی تدابیر سے ہرگز نہیں ملتی بلکہ محض دعا سے ملتی ہے۔ مگر جو لوگ خاتمہ پر نظر نہیں رکھتے وہ ایک ظاہری مراد یابی یا نامرادی دیکھ کر مدار فیصلہ اسی پر ٹھہرا دیتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ خاتمہ بالخیر ان ہی کا ہوتا ہے جو خدا سے ڈرتے اور دعا میں مشغول ہوتے ہیں اور وہی بذریعہ حقیقی اور مبارک خوشحالی کے سچی مراد یابی کی دولتِ عظمیٰ پاتے ہیں۔''

اللہ والے مزید فرماتے ہیں ''جب انسان اخلاص اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دُعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ زندہ خدا اس پر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ دعا کی ضرورت نہ صرف اس وجہ سے ہے کہ ہم اپنے دنیوی مطالب کو پاویں بلکہ کوئی انسان بغیر ان قدرتی نشانوں کے ظاہر ہونے کے، جو دعا کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اُس سچے ذوالجلال خدا کو پا ہی نہیں سکتا جس سے بہت سے دل دُور پڑے ہیں۔ نادان خیال کرتا ہے کہ دعا ایک لغو اور بیہودہ امر ہے مگر اسے معلوم نہیں کہ صرف ایک دعا ہی ہے جس سے خداوند ذوالجلال ڈھونڈنے والوں پر تجلی کرتا اور انا القادر کا الہام ان کے دلوں پر ڈالتا ہے۔ ہر ایک یقین کا بھوکا اور پیاسا یاد رکھے کہ اس زندگی میں روحانی روشنی کے طالب کے لئے صرف دعا ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین بخشتا اور تمام شکوک و شبہات دور کر دیتا ہے۔ کیونکہ جو مقاصد بغیر دُعا کے کسی کو حاصل ہوں وہ نہیں جانتا کہ کیونکر اور کہاں سے اس کو حاصل ہوئے بلکہ صرف تدبیروں پر زور مارنے والا اور دعا سے غافل رہنے والا یہ خیال نہیں کر سکتا کہ یقیناً وحقاً خدا تعالیٰ کے ہاتھ نے اس کے مقاصد کو اس کے دامن میں ڈال دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو شخص دُعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر کسی کامیابی کی بشارت دیتا ہے وہ اس کام کے ہو جانے پر خدا تعالیٰ کی شناخت اور معرفت اور محبت میں آگے قدم بڑھاتا ہے۔ اور اس قبولیت دُعا کو اپنے حق میں ایک عظیم الشان نشان دیکھتا ہے اور اسی طرح وقتاً فوقتاً یقین سے پُر ہو کر جذباتِ نفسانی اور ہر ایک قسم کے گناہ سے ایسا مجتنب ہو جاتا ہے کہ گویا صرف ایک روح رہ جاتا ہے لیکن جو شخص دُعا کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کے رحمت آمیز نشانوں کو نہیں دیکھتا وہ باوجود تمام عمر کی کامیابیوں اور بے شمار دولت اور مال اور اسباب تنعم کے دولت حق الیقین سے بے بہرہ ہوتا ہے اور وہ کامیابیاں اس کے دل پر کوئی نیک اثر نہیں ڈالتیں بلکہ جیسے جیسے دولت اور اقبال پاتا ہے غرور اور تکبر میں بڑھتا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ پر اگر اس کو کچھ ایمان بھی ہو تو ایسا مردہ ایمان ہوتا ہے جو اس کو نفسانی جذبات سے روک نہیں سکتا اور حقیقی پاکیزگی بخش نہیں سکتا۔''

(بحوالہ ایام صلح صفحہ ۱۰ تا ۱۴)

آخر پر یہی کہنا چاہوں گا کہ کثرت سے یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے خالقِ کائنات میں بہت کمزور اور ناکارہ انسان ہوں۔ تیری مدد کے بغیر تیری محبت حاصل نہیں کر سکتا مجھے اپنے پیارے حبیب ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخش۔ اور دعا کرتے وقت ایسی کیفیت عطا فرما اور میری زبان پر ایسے الفاظ جاری فرما دے جو تیرے فضل کو جذب کر سکیں اور تیرے دربار میں قبولیت کا درجہ پا سکیں۔ آمین

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعا کی اہمیت اور آداب سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

☆☆☆

حبیب آقا رسول اللہ ﷺ کا اپنے دُشمنوں سے سلوک

شگفتہ حسن صاحبہ۔ لندن

ہمارے حبیب آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے: "وَمَا اَرسَلنٰکَ اِلَّا رَحمَۃً لِّلعٰلَمِینَ" یعنی ہم نے آپ ؐ کو تمام جہانوں اور تمام قوموں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ کسی بھی دور اور زمانے کا انسان آپ کی سیرت پر عمل پیرا ہو کر رُوحانیت کے انتہائی مدارج حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن مجید کی اصل تفسیر آپ ؐ کی ذات مقدّسہ تھی جسے دیکھ کر عربوں جیسی بھٹکی ہوئی اور سرکش قوم ایسی اللہ تعالیٰ کی مطیع ہوگئی کہ اُن کے مرنے جینے، اُٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے، سونے جاگنے اور دوسرے تمام امورِ زندگی میں اللہ کی خوشنودی اوّلیت حاصل کرگئی۔ آج بھی اگر مسلمان بلکہ تمام دُنیا امن اور سلامتی چاہتی ہے تو اِسے سیرت حضرت محمد ﷺ کے دلکش اور انمول پھولوں کو گلے کا ہار بنانا ہوگا۔ یہی وہ واحد حل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو اپنا بنایا جا سکتا ہے اور اُس کے پیار اور رحمت کی اُمید کی جاسکتی ہے۔

ایک کافر کو صحابہؓ پکڑ کر لائے اور کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ اِس نے آپ ﷺ کے قتل کا ارادہ کیا تھا وہ شخص خوف اور ہیبت سے لرزہ براندم ہوگیا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا کہ ’’تم کوئی خوف نہ رکھو، بالکل مت ڈرو اگر تم نے میرے قتل کا ارادہ کرلیا تھا تو کیا ہوا؟ تم کبھی میرے اُوپر غالب نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ خُدا تعالیٰ نے میری حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے‘‘۔　　(شفاء قاضی عیاض جلد ا صفحہ ۱۶۳)

معزز قارئین! یہ وہ نقطہ ہے جو نام نہاد مولویوں اور نام نہاد مسلمانوں کے نکمّے ذہنوں میں نہیں گھستا۔ رسول اللہ ﷺ فرما رہے ہیں کہ کوئی میرے اُوپر غالب نہیں آسکتا۔ کیونکہ خُدا نے میری حفاظت کا وعدہ فرما لیا ہے۔ جس کی زندگی اور عزّت کی حفاظت کا وعدہ خُدا نے کیا ہوا ہو اُسے کسی مولوی یا مولوی کے بنائے ہوئے قانون سے کیا مطلب۔ یاد رہے خُدا تعالیٰ شاتم رسول کو ضرور سزا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بھی سب دُشمنوں کے غرور خُدا نے توڑ دیئے تھے جن کے غرور نہیں ٹوٹے ان کی گردنیں توڑ دی تھیں۔ آج بھی توہینِ رسالت کے مرتکب ہونے والے خُدا کی پکڑ سے نہیں بچ سکتے۔

معزز قارئین! آیئے دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کس قسم کی سختیاں جھیلیں اور ظُلم برداشت کیے اور ردِعمل کے طور پر آپ ﷺ نے اپنے دُشمنوں سے کیا سلوک کیا؟

غورث بن الحارث نے جب آپؐ پر تلوار تان لی اور کہا اے محمدؐ! اب کون ہے جو آپ ؐ کو مجھ سے بچائے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ ’اللہ‘ اس پر غورث کی تلوار ہیبت سے نیچے گرگئی جسے آپ ﷺ نے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ بول اب تجھ کو میرے ہاتھ سے کون بچانے والا ہے؟ غورث بن الحارث کے گڑگڑانے پر آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔ چنانچہ غورث اپنی قوم میں آکر کہنے لگا کہ اے لوگو! میں ایسے شخص کے پاس سے آیا ہوں جو تمام دُنیا کے انسانوں میں سب سے بہتر ہے۔　　(شفاء قاضی عیاض جلد ا صفحہ ۴۲)

جنگ اُحد میں عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کے دندان مبارک کو شہید کردیا اور عبداللہ بن قمیہ نے چہرہ انور کو زخمی اور خُون آلود کردیا مگر آپ ﷺ نے اِن لوگوں کے لیے اِس کے سوا کچھ بھی نہ فرمایا کہ "**اللھم اھد قومی فانھم لا یعلمون**" یعنی اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ لوگ مجھے جانتے نہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جب مُجرم دہشت اور انتقام کے خوف سے کانپ رہے تھے، حرم کعبہ میں ان کے بدن کا ایک ایک بال لرز رہا تھا، رسول اللہ جو سراپا رحمت تھے ان مجرموں کو معاف فرما دیا اور فرمایا "**لَاتَثرِیبَ عَلَیکُمُ الیَوم...**" کہ جاؤ میں تمہیں چھوڑتا اور معاف کرتا ہوں۔

بھیج درود اس محسن پر تُو دن میں سو سو بار، پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

جنگ بدر کے قیدیوں میں سے صرف نضر بن حارث کو قتل کیا گیا۔ (یہ روایت بھی ہے کہ وہ غزوہ حنین کے بعد مسلمان ہو گیا تھا) (زرقانی حالات غزوہ بدر اور اسد الغابہ ذکر نضر بن حارث) اِس کی بہن نے بھائی کی موت پر دردناک شعر کہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر یہ شعر پہلے پہنچ جاتے تو میں نضر بن حارث کو معاف کر دیتا۔ (ابن ہشام)

میرے آقا حضرت محمد ﷺ جب مرض الموت میں آخری سانس لے رہے تھے تو حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے "اے عائشہؓ! میں اب تک اُس زہر کی اذیت محسوس کرتا رہا ہوں جو خیبر میں یہودیوں نے مجھے دیا تھا، اور اب بھی میرے بدن میں اُس زہر کے اثر سے کٹاؤ اور جلن کی کیفیت ہے۔" مگر رسول اللہ ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے اِس پر بھی یہود کو بخش دیا اور اُس عورت کو معاف کر دیا۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ وفاتہ)

سہیل بن عمرو جو رسول اللہ ﷺ کے خلاف لیکچر دیا کرتا تھا اور نہایت زبردست مقرر تھا جب بدر میں قید ہوا تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ اِس کے اگلے دانت نکال دیے جائیں تا کہ آپؐ کے خلاف زہر نہ پھیلا سکے۔ مگر آپؐ نے اس تجویز کو سخت ناپسند کیا اور فرمایا اے عمرؓ! تمہیں کیا معلوم کہ خُدا آئندہ اسے ایسے مقام پر کھڑا کرے جو قابل تعریف ہو۔ چنانچہ سہیل بن عمرو فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہو گیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کی وفات پر اُس نے متزلزل مسلمانوں کو بچانے کے لیے اسلام کی تائید میں نہایت پُر اثر خُطبے دیے جس کے نتیجے میں کئی مسلمان ڈگمگانے سے بچ گئے۔ (اصابہ و اسد الغابہ حالات سہیل بن عمرو)

ھبار بن الاسود نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ پر مکہ سے مدینہ ہجرت کے وقت نیزے سے قاتلانہ حملہ کیا تھا اور اس کے نتیجہ میں اُن کا حمل ضائع ہو گیا اور بالآخر یہی چوٹ اُن کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ اس جُرم کی بناء پر رسول اکرم ﷺ نے اُس کے قتل کا فیصلہ فرمایا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ بھاگ کر کہیں چلا گیا مگر بعد میں جب نبی کریم ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے تو ھبار رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے عرض کیا کہ پہلے تو میں آپؐ سے ڈر کر فرار ہو گیا تھا مگر پھر آپؐ کے عفو اور رحم کا خیال مجھے آپ ﷺ کے پاس واپس لے آیا ہے۔ اے خُدا کے نبیؐ! ہم جاہلیت اور شرک میں تھے خُدا نے ہمیں آپؐ کے ذریعے ہدایت دی اور ہلاکت سے بچایا۔ میں اپنی زیادتیوں کا اعتراف کرتا ہوں پس میری جہالت سے صرف نظر فرمائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے اِس قاتل کو معاف فرمایا، بخش دیا اور فرمایا جاؤ ھبار! میں نے تجھے معاف کیا۔ اللہ کا یہ احسان ہے جس نے تمہیں قبول اسلام کی توفیق دی۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد۲ صفحہ۱۰۶ مطبوعہ بیروت)

ابوسفیان کی بیوی ہند نے اسلام کے خلاف جنگوں کے دوران کفّار قریش کو اُکسانے اور بھڑکانے کا فریضہ خوب ادا کیا تھا۔ وہ جذبات اُبھارنے کے لیے اشعار پڑھتی تھی۔ مردوں کو انگیخت کیا کرتی تھی کہ اگر فتح مند ہو کے لوٹو گے تو تمہارا استقبال کریں گے ورنہ نہیں ہمیشہ کی جُدائی اختیار کر لیں گے۔ (السیرۃ النبویہ ابن ھشام جلد۲ صفحہ ۱۵۱ دار المعرفۃ بیروت) جنگ اُحد میں اسی ہند نے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کی نعش کا مثلہ کیا، اُس نے اُن کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹ کر لاش کا حلیہ بگاڑ دیا اور ان کا کلیجہ نکال کر چبا لیا۔ فتح مکّہ کے بعد جب رسول اللہؐ عورتوں کی بیعت لے رہے تھے تو یہ ہند بھی نقاب اُوڑھ کر آ گئی۔ کیونکہ اِس کے جُرائم کی وجہ سے اُسے واجب القتل قرار دیا گیا تھا۔ بیعت کے دوران اُس نے بعض شرائط بیعت کے بارے میں استفسار کیا۔ نبی کریم ﷺ پہچان گئے کہ ایسی دیدہ دلیری ہند کے علاوہ کوئی اور نہیں کر سکتی تو آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم ابوسفیان کی بیوی ہند ہو؟ اُس نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ اب تو میں دل سے مسلمان ہو چکی ہوں جو پہلے گزر چکا آپؐ اِس سے درگذر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپؐ کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک فرمائے گا۔ رسول کریم ﷺ نے ہند کو بھی معاف فرما دیا اور ہند پر آپؐ کے عفو و کرم کا ایسا اثر ہوا کہ اُس کی کایا ہی پلٹ گئی۔ واپس گھر جا کر اُس نے تمام بُت توڑ دیے۔

معزز قارئین! یہ وہی ہند تھی جس نے ایک لفظ بھی نُوحہ کا اپنے منہ سے نکلنے نہیں دیا تھا جبکہ کفّار مکّہ غزوہ بدر میں مارے جانے والے اپنے عزیزوں کو رو رہے تھے۔ جب ہند سے پوچھا گیا کہ تُو کیوں

خاموش ہے؟ ہند جواب دیتی تھی کہ اگر آنسو میرے غم کی آگ کو بجھا سکتے تو میں روتی لیکن میں جانتی ہوں کہ آنسو میری آگ کو نہیں بجھا سکتے اب یہ آگ اُسی وقت بجھے گی کہ تم لوگ پھر محمدؐ کے خلاف میدان میں نکلو اور بدر کا بدلہ لو۔ (ابن ہشام) بدر کے میدان میں ہند کا باپ قریش کا رئیس عتبہ اور اُس کا لڑکا ولید اور اُس کا بھائی شیبہ خاک میں مل گئے تھے۔ جنگ بدر میں ۷۰ کفّار ہلاک اور ۱۴ مسلمان شہید ہوئے تھے۔

کعب بن زھیر ایک مشہور عرب شاعر تھا۔ رسول اکرم ﷺ اور مسلمان خواتین کی عزت پر حملہ کرتے ہوئے گندے اشعار کہا کرتا تھا۔ اِس بناء پر رسول اللہ نے اُس کے قتل کا حکم دیا تھا۔ کعب کے بھائی نے اُسے لکھا کہ مکّہ فتح ہو چکا ہے اِس لیے تم آ کر رسول اللہ سے معافی مانگ لو، چنانچہ وہ مدینے آ کر اپنے جاننے والے کے پاس آ کر ٹھہرا اور فجر کی نماز نبی کریم ﷺ کے ساتھ مسجد نبوی میں جا کر ادا کی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنا تعارف کرائے بغیر یہ کہا کہ یا رسول اللہ! کعب بن زھیر تائب ہو کر آیا ہے اور معافی کا خواستگار ہے اگر اجازت ہو تو اُسے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ (آپ ﷺ اس کو شکل سے نہیں پہچانتے تھے) آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ تو وہ کہنے لگا میں ہی کعب بن زھیر ہوں یہ سنتے ہی ایک انصاری کیونکہ اُس کے قتل کا حکم تھا اس کو قتل کرنے کے لیے اُٹھے لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں اب چھوڑ دو یہ معافی کا خواستگار ہو کر آیا ہے۔ پھر اُس نے ایک قصیدہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے اپنی چادر انعام کے طور پر اس کے اوپر ڈال دی اور اس طرح یہ دُشمن بھی معافی کے ساتھ ساتھ انعام لے کر واپس آیا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴،۲۱۵)

رسول اللہ ﷺ کا چچا ابولہب اسلام کا اتنا سخت دُشمن تھا کہ جہاں جہاں نبیؐ جاتے، وہیں یہ بھی پیچھے پیچھے چلا جاتا اور نبی کریمؐ کی تکذیب کرتا۔ اگر یہ شخص دیکھتا کہ نبی کریم ﷺ کسی اجنبی کے پاس کھڑے بات چیت کر رہے ہیں تو وہ اُس وقت تک کھڑا رہتا جب تک آپؐ اِس اجنبی کے پاس کھڑے رہتے، جب آپؐ چلے جاتے تو اُس اجنبی کو آپؐ کے بتائے ہوئے پیغام کے بالکل اُلٹ بتاتا۔

یاد رہے ابولہب فتح مکہ کے سات روز بعد مرا تھا۔

معزز قارئین! میرے آقا حضرت محمد ﷺ نے ابوسفیان کے گھر پناہ لینے والوں کو بھی معافی کا حقدار بنا دیا، منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول جو جنگِ اُحد کے موقع پر میدان جنگ سے اپنے تین سو سواروں کو لے کر بھاگ گیا تھا کا مرنے کے بعد جنازہ پڑھایا اور قبر تک تشریف لے گئے اور اپنا کُرتہ پہنا کر دفنایا۔ (بخاری کتاب الجنائز) اسی کے لیے فرمایا تھا کہ اگر اس کے لیے مجھے ستّر ہزار مرتبہ بھی استغفار کرنا پڑے تو مَیں کروں گا۔ غزوہ حنین میں اپنی رضائی بہن شیما کو نا صرف معاف کر دیا بلکہ اِس کی سفارش پر چھ ہزار قیدیوں کو عزت و احترام کے ساتھ آزاد کر دیا۔ ہوازن کا سردار جو طائف بھاگ گیا تھا، اُسے واپس بلوا کر اُس کی سرداری برقرار رکھی۔ اس بڑھیا کو بھی معاف فرمایا جو آپؐ کے رستے میں کانٹے بچھاتی اور ذلّت آمیز سلوک کرتی تھی۔ لبید بن اعصم نے آپ ﷺ پر جادو کیا۔ بذریعہ وحی معلوم ہو جانے پر آپ ﷺ نے اُس سے کچھ مواخذہ نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ جادوگر اور دیوانہ کہا جاتا تھا۔ اُمِ جمیل ابولہب کی بیوی اور معاویہؓ کی پھوپھی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتی تھی۔ آپ ﷺ جب نماز پڑھا کرتے تو مشرکین مکہ اِن کی ہنسی اُڑاتے تھے۔ آپؐ قرآن کریم کی تلاوت کرتے تو آپؐ کو گالیاں دیتے اور ساحر و مجنون کہہ کر پکارتے تھے۔ بدبخت عقبہ بن ابی معیط نے حالت سجدہ میں آپؐ کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ کر اس قدر دبایا کہ آپؐ کو اپنی آنکھیں باہر نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔ اِسی نابکار نے طواف کعبہ کرتے ہوئے اپنا عمامہ آپؐ کی گردن میں لپیٹ دیا اور گھسیٹتا ہوا خانہ کعبہ سے باہر لے گیا۔ آپ ﷺ نے کسی قسم کا ان سے انتقام نہ لیا۔ عکرمہؓ، خالد بن ولیدؓ اور وحشیؓ کے علاوہ بہت سے دُشمنانِ خُدا اور دُشمنان رسول، رسول اللہ ﷺ کے رحیمانہ سلوک کی بدولت بعد میں عاشقانِ خُدا اور عاشقانِ رسول بن گئے اور اسلامی جھنڈے کے سائے تلے عظیم کارنامے سرانجام دیئے اور آسمانِ عظمت پر چمکنے والے ستارے بن گئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیرت حضرت محمد ﷺ پر عمل کی توفیق دے۔ آمین

نواز شریف کا اقرار اور انکار

(تحریر: چوہدری خورشید احمد)

پاکستان میں اس زمانہ خونخوار اور ظالم ملانوں اور سیاستدانوں پر افسوس کہ یہ شریعت کے اس دوسرے حصہ سے محروم ہو گئے ہیں جو ہمدردی نوعِ انسان، محبت اور خدمت پر موقوف ہے اور یہ توحید کا دعویٰ کر کے پھر ایسے وحشیانہ اخلاق میں مبتلا ہیں جو قابلِ شرم ہیں۔ گناہ سے پاک ہونا ممکن نہیں جب تک اللہ تعالیٰ کی ہیبت دل میں بس نہ جائے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو نواز شریف کے خفیہ اور ناپسندیدہ کاموں کو جو انہوں نے کیے، قصوں کے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ قرآن ان کے ہاتھ میں ہے اور کھوٹ ان کے دلوں میں۔ لوگوں پر عیب لگاتے ہیں جبکہ ان کے دل ٹیڑھے، مکار، اور منصوبہ ساز ہیں۔ ان کی طبیعت، جذبات اور جوش سے ایسا روپ دھار چکی ہے کہ کسی دوسرے ہم جنس کی بات پر سر تسلیم کرنا انہیں سخت عار لگتا ہے۔ حقیقی بصیرت اور معرفت کے کیوں طالب نہیں ہوتے۔ ہمیشہ بیان کرتے ہیں کہ میاں صاحب نے خیانت پر عمل نہیں کیا۔ یہ کیوں مقلدین کے رنگ میں اس کی تمام باتوں کو بلا شرط سچ سمجھ لیتے ہیں؟ ان کے پاس شرعی ثبوت کیا ہے؟ کہاں سے نواز شریف کی معصومیت ثابت ہو گئی ہے؟ ان کی نواز شریف کی وکالت کی یہ تان کہیں ٹوٹے گی بھی کیا؟ یہ بغض اور عناد کے بخار سے دماغ کو خالی کریں گے یا نہیں؟

ایک عرصہ سے نواز شریف کے ضدی، نادان اور اسلام کی تعلیم سے گنوار اور محروم حواری اس کو بچانے کے لیے ایسے شرمناک طریق اختیار کر رہے ہیں کہ آئندہ زندگی میں ان کا انجام اگر توبہ نہ کی بھیانک دکھائی دیتا ہے۔ یہ ظاہریت، ہدایت کی روشنی سے محروم، روحانی روشنی اور روحانی پانی سے بے نصیب، علمی اور عملی حالت ظاہر پرستی اور افراط کی دھوپ سے جل رہے ہیں۔ (خدا تعالیٰ رحم کرے) اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولتمند ہوں اور خوش خور ہوں۔ بلکہ اللہ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین اسلام کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں اور خالص خدا کے ہو جاتے ہیں۔

وزیر اعظم صاحب نے قوم کے سامنے اپنی اور اپنے خاندان کی معصومیت اور بریت ثابت کرنے کے لیے اقرار کیا اور اس اقرار کے ملک میں ہزاروں گواہ موجود ہیں۔ مگر افسوس کہ اب وزیر اعظم نے بڑی سنگدلی ظاہر کی اور اپنے کھلے کھلے اقرار سے انکار کر دیا۔ اب بتائیں اقرار کرنا اور پھر اس کی تکذیب کرنا کیا اس سے بڑی کوئی شرارت ہو سکتی ہے۔ وزیر اعظم صاحب خدا کی نظر میں متکبر نہ ٹھہریں، اپنے قومی بھائیوں کی باتوں کو تواضع سے سنیں، منہ نہ پھیریں اور اپنی غلطیوں کا ازالہ کریں۔ اگر آپ نے منہ پھیر لیا تو یہ بھی تکبر ہے۔ اپنی قوم سے ہنسی اور ٹھٹھا نہ کریں یہ بھی تکبر ہے۔ سو کوشش کریں کہ ہر پہلو سے تکبر سے نفرت ہو جائے تا کہ ہلاکت سے بچ سکو۔ خدا کی طرف جھکو اور جس قدر غریب عوام سے محبت ممکن ہے اس سے کریں۔ اور ہاں اپنے خوشامدی ساتھیوں کی مطلق پرواہ نہ کریں۔ طلال چوہدری، دانیال عزیز اور زبیر جیسے اور بہت سے دوسرے جو مستقبل کے حکیم، خوجے اور ابن الوقت شرارتی ہیں ان سے بچیں اور اگر ہو سکے تو ان ظالم طبع وزیروں کو فارغ کر کے سچے کھرے اور ایماندار سیاستدانوں کو وزارتیں دیں۔ آخر میں صرف یہی گزارش ہے کہ آپ خدا سے ڈریں، پاک دل ہو جائیں اور تکبر جیسی منحوسیت سے بچیں پاک ارادہ سے عوام پر رحم کریں تا آپ پر رحم ہو۔ اللہ آپ کو اس کی توفیق دے۔ آمین یا ربّ العالمین۔

☆☆☆

ہومیو پیتھک نُسخہ جات

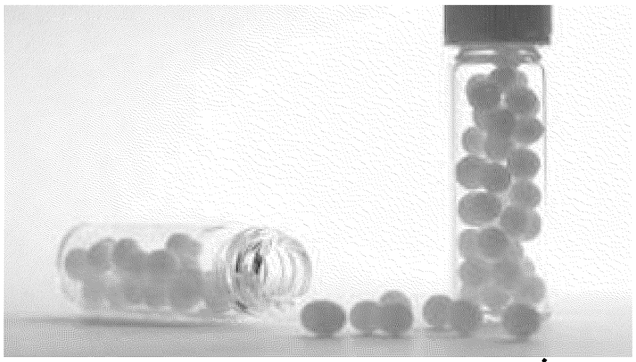

بالوں کی بیماریاں

اگر چھوٹے چھوٹے گول دائروں میں بال اُتریں اس کے علاوہ عام گنجے پن کے لئے بھی یہ نسخہ (بسیلینم ۳۰ + نیٹرم میور ۳۰ + ٹیوکرم ۳۰ + پکرک ایسڈ ۳۰) بہت مفید ہے۔اس کے علاوہ آرم میٹیلیکم بھی مفید ہو سکتی ہے۔اس مرض کو ایلو پیشیا کہتے ہیں۔(ماؤف مقام پر بن آیوڈائیڈ آف مرکری ایک گرین اور ویزلین دو اونس ملا کر ہفتہ میں ایک بار لگانا مفید ہے) بالچر (Bladness) اور ایلو پیشیا کے لیے سیپیا ۳۰ یا فلورک ایسڈ بھی مفید دوائیں ہیں۔

گنج (Favus) یہ ایک چھوت دار مرض ہے جو اکثر سر میں ہوتا ہے اور کبھی کبھی عضو تناسل، فوطوں، رانوں یا کندھوں پر بھی ہو جاتا ہے۔بال خود بخود اس مرض میں گر جاتے ہیں جلد ننگی ہو جاتی ہے، کھجلی ہوتی ہے اور بالوں کی جڑوں میں چھوٹے چھوٹے چھلکے پیدا ہو کر وہاں کھرنڈ بن جاتے ہیں اور ماؤف مقام سے چوہوں کی سی بدبو آتی ہے۔اس مرض میں سیپیا ۳۰ دن میں تین بار دینا اور اگر بدبو بھی آئے تو میڈورائینم ۲۰۰ ہفتہ میں تین چار بار دینا مفید ثابت ہوتا ہے۔ماؤف مقام کو سلفیورک ایسڈ کے لوشن سے دھونا مفید ہے۔ایک حصہ سلفیورک ایسڈ اور تین حصے مقطر پانی۔

خُشکی سے بال گریں۔ سلفر

سر میں شدید خشکی ہو اور بال جھڑیں۔ وینکا مینور

اگر داڑھی کے بال گر جائیں۔ انتھرم (اگر بال گریں خاص طور پر داڑھی اور مونچھوں کے سفنگورس)

بال جھڑتے ہوں۔ نیٹرم فاس۔اگر کسی کمزوری کی وجہ سے بال جھڑیں اور کمزوری دور ہونے پر بال دوبارہ اُگنے لگتے ہیں جیسے ایلو پیشیا جس میں بال گچھوں کی صورت میں اُترتے ہیں۔

جڑوں کی کمزوری کی وجہ سے اگر بال گریں۔(فاسفورس بالوں کو گرنے سے روکتی ہے اور مظبوط بناتی ہے۔گنجے پن اور سکری یعنی بالوں میں خُشکی کا بھی علاج ہے۔

اگر بالوں کے کناروں پر ایگزیما، خارش اور سوزش ہو۔نیٹرم میور

اگر بال خراب ہو جائیں۔ میگنیشیا کارب

بال گر گئے ہوں سفیلینم سی۔ایم صرف ایک خوراک اور ساتھ ٹیوکیورم ۲۰۰ اور پکرک ایسڈ ۲۰۰ ملا کر ہفتے میں ایک دو بار کچھ عرصہ۔

اگر نوجوان بچوں کے بال بکثرت سفید ہونے لگیں اور متعدلٹیں سفید ہو جائیں تو سورائینم ایک ہزار ہفتہ وار استعمال کرنے سے کچھ عرصہ بعد

ہومیو فزیشن محترم رانا محمد حسن صاحب کی کتاب ''**خزینۃ الشفاء**'' کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔اس کتاب کے تین سو ستّر صفحات میں تقریباً تمام بیماریوں کا ہومیو پیتھک علاج بیان کیا گیا ہے۔اسی طرح خواتین کیلئے ایک سو باون صفحات پر مشتمل کتاب '**امراض خواتین**' بھی شائع ہو چکی ہے۔اس کتاب میں خواتین کے مخصوص امراض اور اُن کا ہومیو پیتھک علاج تجویز کیا گیا ہے۔کتب کے حصول کیلئے فون کریں۔

Mob.07792998973　　Tel. 020.36747909

E-mail. peshwltd@gmail.com

جڑوں سے سیاہ بال نکلنے لگتے ہیں۔(آرنیکا اور سورائینم ملا کر دینا بوڑھوں کے بال کالے کرنے کا نسخہ ہو سکتا ہے)

بال بالکل خشک ہوں۔ پلمبم

نظر کمزور ہو، حافظہ کمزور ہو اور سر کے بال سفید ہو رہے ہوں تو ایسڈ فاس ۳۰ دن میں دو تین بار اور اگر چھوٹی عمر میں بال سفید ہو رہے ہوں تو سورائینم ۱۰۰۰ دس دن کے وقفہ سے چند خوراکیں لینا مفید ثابت ہوتا ہے۔

یاداشت کی کمزوری کے ساتھ بال گرتے ہوں۔ اگنیشیا ۳۰ اور ایسڈ فاس ۳۰ ملا کر دن میں بار۔ اور اگر بال خشک اور بھربھرے سے ہوں اور بہت شدت سے سکری پائی جائے تو نیٹرم میور کے علاوہ میڈورائینم بھی مفید ہے۔ بعض اوقات میڈورائینم دینے سے ہی فائدہ ہو جاتا ہے۔

بال گرتے ہوں اور سر میں خشکی ہو۔ کالی سلف

پیشانی پر بالوں کے ساتھ ساتھ اگزیما ایک لائن کی صورت میں اُبھر آتا ہو۔ ہائیڈراسٹس

اگر سر کے بالوں والے حصہ میں خارش نہ ہو بلکہ بالوں سے خالی حصے میں ہو۔ فلورک ایسڈ

اگر بالوں کی بیماری کا اثر تمام سر پر ہو تو نیٹرم میور اور اگر کہیں بال تندرست اور کہیں کمزور ہوں۔ فلورک ایسڈ۔ اگر سر کے بال جھڑتے ہوں۔ ہیلی بورس

بال اگر بے رونق، کمزور اور بے جان ہو جائیں تو نٹرم میور یا فلورک ایسڈ مفید ہیں۔

اگر بال قبل از وقت سفید ہو جائیں اور گنجا پن ہو تو تھائیرائیڈ ۳۰ یا ۲۰۰ صرف بالوں کو گرنے سے ہی نہیں روکتی بلکہ قدرتی رنگ بھی بحال کرتی ہے۔

بال یکدم تیزی سے گرتے ہوں بیسیلینم ۲۰۰ اور گریفائیٹس ۲۰۰ ملا کر ہفتے میں ایک دو بار اور ساتھ ایسڈ فاس دن میں دو بار۔ یا یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ بیسیلینم، نیٹرم میور اور ٹیوکیورم ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار۔

بال یکدم تیزی سے گرتے ہوں بیسیلینم ۲۰۰ اور گریفائیٹس ۲۰۰ ملا کر ہفتے میں ایک دو بار اور ساتھ ایسڈ فاس دن میں دو بار۔ یا یہ نسخہ مفید ثابت ہوتا ہے۔ بیسیلینم، نیٹرم میور اور ٹیوکیورم ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ دو تین بار۔

اگر ان جگہوں پر بہت بڑی مقدار میں بال اگیں جہاں ان کی ضرورت نہ ہو تو تھوجا چند ماہ ایک ایم طاقت کی ایک خوراک ماہوار نہایت مفید ثابت ہوتی ہے۔ اگر آرسینک کا زرد سلفیٹ اور ان بجھا ہوا چونا برابر مقدار میں لے کر گرم پانی کے ساتھ پیسٹ بنا کر ایسی جگہوں پر لگایا جائے جہاں بالوں کی ضرورت نہ ہو تو ہفتوں تک وہاں بال نہیں اگیں گے۔ چند بار لگانے سے ہمیشہ کے لیے بال اگنا بند ہو جائیں گے۔(پیسٹ چہرے وغیرہ پر لگا کر خشک ہونے تک انتظار کرنا چاہیے)

بال جڑوں سے اکٹھے اکھڑتے ہوں بیسیلینم ۲۰۰ ہفتہ وار اور ساتھ پکرک ایسڈ، ٹیوکیورم اور نیٹرم میور ملا کر ۳۰ طاقت میں روزانہ ۲،۳ بار۔

اگر سر سے بال گریں اور بھنوؤں، پلکوں اور اعضائے تناسل سے بھی بال گریں۔ ایسڈ فاس

اگر زیر ناف بال گر جائیں تو نائٹرک ایسڈ یا سیلینم مفید ہے۔

بدبودار پسینہ کی وجہ سے زیر ناف بال تباہ ہو جائیں۔ سلفر

اگر ایلو پیتھک ادویات کے استعمال سے بال جھڑ جائیں۔ سفلینیم سی۔ایم ایک خوراک۔

(مزید راہنمائی کے لیے پیشوا کلینک سے رجوع فرمائیں)

اہم اعلان

پیشوا میں ہومیو پیتھک و دیسی نسخہ جات شائع کرنے کا مقصد خدمت خلق اور قارئین کو علاج بالمثل کے فوائد سے آگاہ کرنا ہے۔ کسی بھی ہومیو پیتھک نسخہ یا دیسی ٹوٹکے کو استعمال کرنے سے پہلے کسی مستند ہومیو فزیشن یا حکیم سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ بغیر مشورہ کے نسخہ استعمال کرنا نقصان کا باعث بھی ہو سکتا ہے جس کا ادارہ پیشوا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر۔رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن)

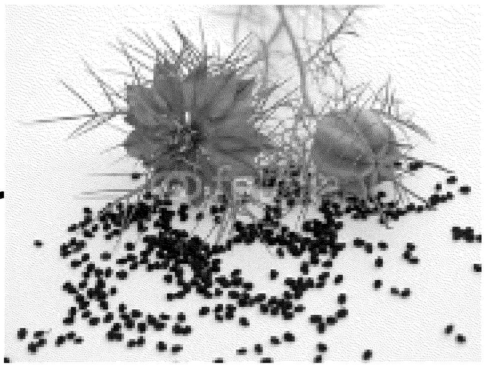

کلونجی ۔ (موت کے سوا ہر مرض کا علاج)

(مرسلہ: محمد ثاقب رشید)

کلونجی ایک قسم کی گھاس کا بیج ہے۔اس کا پودا سونف سے مشابہ، خودرو اور تقریباً سوا فٹ بلند ہتا ہے۔کلونجی کی فصل حاصل کرنے کے لئے اس کی باقاعدہ کاشت کی جاتی ہے۔اس کے پھول زردی مائل، بیجوں کا رنگ سیاہ اور شکل پیاز کے بیجوں سے ملتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ انہیں پیاز کا بیج سمجھتے ہیں۔اصلی کلونجی کی پہچان یہ ہے کہ اگر اسے سفید کاغذ میں لپیٹ کر رکھیں تو اس پر چکنائی کے داغ لگ جاتے ہیں۔ہر شاخ کے اوپر سیاہ دانے دار بیج ہوتے ہیں۔اسی بیج کے حصول کے لئے بھارت، بنگلہ دیش، ترکی وغیرہ میں اس کی کاشت کی جاتی ہے۔کلونجی کے ان بیجوں کی خصوصی مہک ہوتی ہے۔اسے ادویات کے علاوہ کھانے اور اچار وغیرہ میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔غرض یہ کہ کلونجی کھانے میں ذائقہ بھی پیدا کرتی ہے۔اور سینکڑوں بیماریوں میں شفاء بھی ہے۔اس کے کچھ فوائد حسب ذیل ہیں۔

☆ کلونجی کا تیل، جوش دے کر نیم گرم سر پر لگانے سے نزلہ، زکام اور سر درد دُور ہو جاتا ہے۔

☆ کلونجی کھانے سے بدن کی خشکی دور ہو جاتی ہے۔

☆ کلونجی کا تیل بدن پر لگانے سے تل ختم ہو جاتے ہیں۔

☆ پانی میں پسی ہوئی کلونجی کے غرارے کرنے سے دانت کا درد دُور ہو جاتا ہے۔

☆ کلونجی کا تیل خارش والی جگہ پر لگانے سے خارش دور ہو جاتی ہے۔

☆ کلونجی اور آدھا حصہ کالا نمک ملا کر کھانے سے پیٹ کا درد ٹھیک ہو جاتا ہے۔

☆ کلونجی کا تیل اور تل کا تیل ملا کر کان میں ڈالنے سے کان کا درد دُور ہو جاتا ہے۔

☆ کلونجی گرم اور سرد دونوں طرح کے امراض میں مفید ہے۔کلونجی نظام ہضم کی اصلاح کے لئے اکسیر کا درجہ رکھتی ہے۔

☆ وہ لوگ جنہیں کھانے کے بعد پیٹ میں بھاری پن، گیس یا ریاح سے بھر جانے اور اپھارے کی شکایت محسوس ہوتی ہے وہ کلونجی کا سفوف تین گرام کھانے کے بعد استعمال کریں تو نہ صرف یہ شکایت نہ صرف یہ شکایت جاتی رہے گی بلکہ معدے کی اصلاح بھی ہوگی۔

☆ کلونجی کو سرکے کے ساتھ ملا کر کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔

☆ سردیوں کے موسم میں جب تھوڑی سی سردی لگنے سے زکام ہونے لگتا ہے تو ایسی صورت میں کلونجی کو بھون کر باریک پیس لیں اور کپڑے کی پوٹلی بنا کر بار بار سونگھیں اس سے زکام دُور ہو جاتا ہے۔

☆ چھینکیں آنے کی صورت میں کلونجی بھون کر باریک پیس کر روغن زیتون میں ملا کر اس کے تین چار قطرے ناک میں ٹپکانے سے چھینکیں جاتی رہیں گی۔

☆ کلونجی کا تیل ایک قطرہ دائیں ناک کے نتھنے میں ڈالیں، اگلے دن بائیں ناک کے نتھنے میں ایک قطرہ ڈالیں اور روزانہ دس قطرے کلونجی کا تیل ایک چمچ شہد میں ملا کر پینے سے مرگی ٹھیک ہو سکتی ہے۔

☆ جلد پر زخم ہونے کی صورت میں کلونجی کو توے پر بھون کر روغن مہندی میں ملا کر لگانے سے نہ صرف زخم مندمل ہو جاتے ہیں بلکہ نشان دھبے بھی چلے جاتے ہیں۔ (ملٹی نیوز 27 دسمبر 2015ء)

آوارگانِ دشتِ خار (قسط 8)

جہاں عصرِ حاضر کے مسلمانوں کی حالتِ زار دیکھ کر ہر اُس مسلمان کا دِل خُون کے آنسو رو رہا ہے جس کے بدن میں اللہ اور اُس کے رسول کی محبت خُون کی طرح دوڑ رہی ہے وہاں علماء سُوء جو اُمّت مسلمہ کو اِس نہایت دردناک صورت حال سے دوچار کرنے والے ہیں نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی کے ساتھ اصلاحِ اُمّت کے نام پر فرقہ بازی اور تکفیر بازی کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں، اللہ اور رسول ﷺ کے نام پر خُون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اِن اسلام کے جھوٹے ٹھیکیداروں کی بے لگام تحریروں اور تقریروں نے جہاں کلمہ طیّبہ پڑھنے والوں کو کُفر کی بھٹی میں جھونک دیا ہے وہیں ایک دوسرے کے خُون کے پیاسے بھی بنا دیا ہے۔ کل تک یہ فرقہ بازی کے مقابلے مولانا لوگ اپنی اپنی مسجدوں میں کیا کرتے تھے یا موٹی موٹی کتابیں تحریر کی جاتی تھیں جو کُفر کے فتووں، بُرے الفاظ اور اخلاقی گراوٹ کا شاہکار ہوتی تھیں۔ اب یہ کارِ گناہ اسلام کے نام پر بنائے جانے والے ٹی وی چینلز پر بھی ہو رہا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا ان نام نہاد مولویوں کا جو اُمتِ مسلمہ کو گُھن کی طرح کھا رہے ہیں۔ جو جُبے اور دستار میں ملبوس عالموں کے بھیس میں عامتہ الناس کو گُمراہ کر رہے ہیں کبھی فرقوں کے نام پر، کبھی عقیدوں کے نام پر اور کبھی سیاست کے نام پر۔ اور آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن مذہبی جنونیوں کا جو اپنی پسند کا اسلام نافذ کرنا چاہتے ہیں تاکہ انسانوں کی گردنیں مذہب کے نام پر کاٹی جا سکیں۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد اُن عوامل اور مذہبی جنونیوں کے چہرے سے نقاب اُٹھانا ہے جنکی تفسیروں اور تقریروں نے اُمّتِ مسلمہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اور جن کی تفرقہ بازیوں نے کلمہ گو مسلمانوں کی اخوت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ آوارگانِ دشتِ خار میں ذکر ہوگا اُن نام نہاد علماء کا، پیروں کا اور اُن نام کے مسلمانوں کا جو بددیانتی اور ناانصافی کرتے ہیں اور دم بھرتے ہیں اسلام کا۔ آوارگانِ دشتِ خار لکھنے کا مقصد قطعاً کسی کا دل دکھانا مقصود نہیں ہے، صرف اور صرف اصلاح احوال کے لیے کوشش کرنا ہے۔

تین سو ساٹھ بت

مولانا ابوالکلام آزاد نے موجودہ بھیانک صورتحال سے بہت پہلے جب مسلمانوں میں کچھ شرافت باقی تھی کہا تھا:۔

’’رسول عربیؐ کے وقت میں تین سو ساٹھ بت تھے جن سے بیت الخلیل کی دیواریں چھپ گئی تھیں، لیکن آج اس کی امت میں ہر چمکیلی ہستی لات ومنات کی قائم مقام ہے اور ہر حاکم، ہر رئیس، ہر حکام، ہر خوش لباس لیڈر ایک بت کا حکم رکھتا ہے، پوری ملت موحدان کی پجاری اور پرستش کا وہی جواب رکھتی ہے جو قریش مکہ کے پاس تھا۔‘‘ (نگارشات آزاد از مولانا ابوالکلام آزاد صفحہ ۵۰)

اگر آزادؔ کے وقت میں یہ حالت تھی تو اب کیا کہا جائے گا؟ صرف ایک برائی یعنی جھوٹ کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ جھوٹ جیسے خبیث بت کی پوجا کرنے والوں کی اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ حکمران، فوجی، جج اور مولوی سے لے کر مزدور تک جھوٹ کے عادی ہو کر اپنا اعتبار اور وقار کھو بیٹھے ہیں۔

تین طلاق

چیف جسٹس سپریم کورٹ انور ظہیر جمالی کی سربراہی میں بننے والے بنچ نے کہا ہے کہ طلاق محض الفاظ سے نہیں باقاعدہ پراسس سے مؤثر ہوتی ہے۔ (ایکسپریس روزنامہ ۳۱ اگست ۲۰۱۶ء)

عارف خان عارف جن کا تعلق جمیعت علماء پاکستان سے ہے کہا ہے کہ ’’پہلے دعوت اسلامی والوں نے ٹی وی کی مخالفت اس حد تک کی کہ گھر گھر ٹی وی توڑے گئے لیکن بعد میں جب تصویر کے جواز کا علم ہوا تو ٹی وی چینل کھول لیا۔ قارئین سپریم کورٹ کے طلاق کے متعلق رائے مولویوں کی رائے سے بالکل مختلف ہے۔ اگر دعوت اسلامی اور اس جیسی دوسری مذہبی جماعتوں کو اپنا طلاق اور حلالہ کے متعلق مؤقف کمزور ہوتا نظر آیا تو عوام ان کے ساتھ کیا کیا نہ کرے گی کہ ٹی وی اور بیوی میں بہت زیادہ فرق ہے۔ اور یہی فرق مولویوں کی ٹھکائی کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ ٹی وی توڑنے اور بیوی کی عزت لوٹنے میں فرق ہے۔ اس لیے ضمانت نہیں دی جا سکتی۔‘‘ (ضربِ حق شمارہ اکتوبر ۲۰۱۶ء)

ڈالر اور قومی اتحاد

مارکیٹ میں امریکی ڈالروں کا ایک سیلاب آچکا تھا اور لوگ دھڑا دھڑ امریکی ڈالر کے عوض پاکستانی روپیہ خرید رہے تھے۔ اس حقیقت کو جاننا اب قطعی مشکل نہیں کہ یہ ’’سیلاب بلا‘‘ کہاں سے آیا

تھااور اس کے پیچھے کیا خفیہ مضمرات تھے۔امریکہ نے فوری طور پر پی ایل 480 کے تحت جمع شدہ رقم کی تجوریاں بھی کھول دیں اور جمہوری اتحاد کے چیدہ چیدہ کارکنوں کی جیبیں راتوں رات امریکی ڈالروں اور پاکستانی روپوں سے بھر دی گئیں ، اور بظاہر ملک میں اسلامی حکومت کے قیام کے یہ خواہشمند حضرات پہلی بار پرتعیش زندگی گزارنے لگے۔یہ سلسلہ یہیں پر ختم نہیں ہوتا،بعض صنعتکار اور تاجر بھی جو بھٹو کی اقتصادی پالیسیوں سے نالاں تھے اس ''جہاد'' میں شامل تھے اور وہ پی این اے کو بڑی بڑی رقوم چندے کے طور پر دے رہے تھے۔ان چندوں کا چونکہ کوئی حساب کتاب نہیں تھا اس لئے پی این اے کے بعض مرکزی راہنماؤں نے لاکھوں کمائے۔

30 لاکھ رپے کا ایک چیک جو ایک بیرونی حکومت کی طرف سے جماعت اسلامی کے ایک سربراہ کے نام آیا تا تھا۔حکومتی کرندوں کے ہاتھ لگ گیا، اس کی ایک فوٹو کاپی سندھ کے وزیر اعلیٰ غلام مرتضیٰ جتوئی کو دے دی گئی جو انہوں نے وزیر اعظم تک پہنچادی۔ (حساس ادارے صفحہ 46 از بریگیڈئر ریٹائرڈ سید احمد ترمذی)

میری باتوں پہ ہنستی ہے دنیا

علیم خاں فلکی جاہل مولوی کی اوقات کے متعلق لکھتے ہیں:۔

چند ایک شریف حضرات ضرور ایسے ہوں گے جن کو لوٹنے کے مواقع نہیں ملتے کیونکہ مولوی اس وقت تک مولوی ہوتا ہے جب تک اسے پولیس جیسی اوپر کی آمدنی والی نوکری نہیں ملتی۔

علماء اور قائدین اتحاد کا مشورہ دیتے ہیں اور جو ان سے اتحاد نہ کرے اس کی تکفیر کر ڈالتے ہیں۔

(میری باتوں پہ ہنستی ہے دنیا از علیم خاں فلکی)

مفتی سعید کا جھوٹ

عمران خان اور ریحام کے نکاح خواں مفتی سعید کا جھوٹ اس وقت پکڑا گیا جب ریحام نے بتایا کہ ان کی شادی ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو ہوئی تھی اور مفتی سعید نے ۸ جنوری ۲۰۱۵ء کو کہا تھا کہ یہ نکاح ابھی ابھی ہوا ہے۔اب قاضی مفتی سعید نے بھی کہہ دیا ہے کہ نکاح ۳۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو ہوا تھا۔یاد رہے اس جھوٹے مولوی کے مدرسے میں عمران نے اپنی دعوت ولیمہ کی تھی۔

باسی کڑھی کے اُبالے

مفکر احرار چوہدری فضل حق صاحب اپنے احراری لیڈروں کی پرجوش کاروائیوں کی حقیقت کچھ یوں بیان کرتے ہیں:۔

''باسی کڑھی کے ابالے کی طرح ہم اُٹھتے ہیں اور پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔'' (تاریخ احرار صفحہ ۱۱۱)

چند دن قبل بھی احراریوں نے اپنی تاریخ کو دہراتے ہوئے باسی کڑھی کے اُبالے کی طرح جوش دکھاتے ہوئے چکوال کے ایک علاقہ میں اپنی گندی خو بو دکھائی تھی۔مگر دو دن میں عین پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

پاکستان کے نامور دانشور جناب احمد ندیم قاسمی اپنے ''زلیخا'' نامی افسانے میں لکھتے ہیں:۔

''جاہل عورتوں کے دو ہی تو کام ہیں یا ان پر جن آتے رہتے ہیں یا وہ بچے پیدا کرتی رہتی ہیں۔''

معزز قارئین! بالکل اسی طرح جاہل مولوی کے بھی دو ہی کام ہیں یعنی ''کڑھی کے ابالے کی طرح اچھلنا اور پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ جانا۔''

سیاسی رقص وسرور والے

ڈاکٹر وقار حیدر شاہ سیالکوٹی لکھتے ہیں:۔

''ڈاکٹر طاہر القادری کا کردار یہ تھا کہ نیٹو نے مل کر کتوں کے ریلے کی طرح جب طالبان پر حملہ کیا تو مسلکی تعصب کی بنیاد پر ریلے کے لیے کتیا کا کردار ادا کرتے ہوئے مظلوم کی پیٹھ پر چھرا گھونپ

دیا اور ان پر کتاب لکھ کر فتویٰ لگا دیا کہ یہ خوارج اور قتل کے قابل ہیں۔یہ تو غلط کہتا ہے کہ بارود والے نہیں درود والے ہیں۔یہ تو سیاسی رقص وسرور والے ہیں۔ (ضرب حق شمارہ ستمبر ۲۰۱۶ء)

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

سید عتیق الرحمان گیلانی لکھتے ہیں:۔

''پاکستان سے عالمی اسلامی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا آغاز ہو جائے تو دنیا بھر کے تمام مسائل حل ہو سکتے ہیں۔''(اداریہ نوشتہ ءدیوار ضربِ حق ۷ ستمبر ۲۰۱۶ء چیف ایڈیٹر سید عتیق الرحمان گیلانی کے مضمون ''اسلامی دنیا کو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم کرنا ہوگی۔'') (اداریہ نوشتہ ءدیوار ضربِ حق ۷ ستمبر ۲۰۱۶ء)

معزز قارئین! ایسی خلافت اسلامی دنیا کسی صورت میں بھی نہیں بنا سکتی۔خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قائم کرنے کے لیے ایک نبی بھی چاہیے۔نبی اللہ بناتا ہے۔لطف کی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسے ہی ایک نبی کے آنے کی آخری زمانے میں پیشگوئی بھی فرمائی ہے،اس آنے والے نبی کو مسیح وامام مہدی کہا جاتا ہے۔یقیناً اس نبی کے آنے پر ہی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا آغاز ہو سکتا ہے۔مسیح وامام مہدی کو جو لوگ نبی نہیں مانیں گے وہ دو نعمتوں سے محروم ہو سکتے ہیں ایک نبی جیسی روحانی نعمت اور دوسری خلافت علیٰ منہاج النبوۃ جیسی برکت سے۔سید عتیق الرحمان گیلانی کی یہ بات بالکل سچ ہے کہ تمام دنیا کے مسائل کا حل خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہی ہے۔اور پاکستانیوں کی بھاری اکثریت تو مسیح وامام مہدی کو نبی قانوناً بھی نہیں کہہ سکتی۔خلافت علیٰ منہاج النبوۃ سے فی الحال پاکستانی تو بہر حال ہاتھ دھو چکے ہیں۔

مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن

کراچی فرقہ وارانہ تنظیموں اور ۹۳ مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن میں ۱۸۶ افراد کو گرفتار کر لیا گیا۔ناظم آباد میں قائم نور ایمان مسجد پر چھاپہ مار کر مسجد کے خطیب وآل پاکستان شیعہ ایکشن کمیٹی کے صدر مولانا مرزا یوسف حسین کو حراست میں لے لیا،،ذرائع کا کہنا ہے مسجد سے اسلحہ بھی برآمد کیا گیا۔امام بارگاہ سے بھی ۱۴ افراد کو گرفتار کیا گیا۔لیاری سے اہلسنت والجماعت کے سیکریٹری تاج محمد حنفی کو گھر سے گرفتار کیا گیا۔مسجد صدیق اکبر سے ملزم فرار ہونے میں کامیاب،اسلحہ اور نفرت انگیز مواد برآمد کر لیا گیا۔

(۷ نومبر ۲۰۱۶ء روزنامہ ایکسپریس)

بلا تبصرہ تین فتوے

۱۔ قرآن مجید کو کلام اللہ کا وصف سمجھتے ہوئے اس کی قسم اٹھا سکتے ہیں۔البتہ قرآن مجید کے اوراق ،گتے اور اس کی روشنائی مخلوق میں شامل ہیں۔ (محدث فتوی۔فتوی نمبر ۲۳۷۵۔فتاویٰ اسلامیہ)

۲۔ قرآن کے نسخے پر ہاتھ رکھ کر قسم کھانے سے کفارہ لازم نہیں،اس لیے کہ یہ اللہ کی کتاب نہیں بلکہ اس کا نقش ہے۔،زبانی اللہ کی کتاب کی قسم کھانے پر کفارہ لازم ہو جاتا ہے۔۔(فتویٰ مولانا یوسف لدھانوی) نور الانوار میں قرآن کی تعریف کچھ اس طرح ہے کہ''کتاب میں موجود لکھائی الفاظ ہوتے ہیں اور نہ معنی بلکہ یہ محض نقوش ہوتے ہیں۔'' (بحوالہ علماء کا کردار۔ضرب حق شمارہ نومبر ۲۰۱۶ء)

۳۔ اگر جس کام کے لیے آپ نے قسم کھائی تھی وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مبنی ہے مثلاً سگریٹ یا تمبا کو نوشی ہے تو اس کا کرنا حرام ہے خواہ آپ اس کے ترک کرنے کی قسم نہ بھی کھائیں لہٰذا جس چیز کو حرام قرار دیا ہے چھوڑ دیں۔

(فتوی نمبر ۱۰۰۹۹ محدث فتوی۔فتاویٰ اسلامیہ جلد ۳ صفحہ ۵۱۶)

پاکستان میں جسم فروشی

شبنم سلطانہ صاحبہ اپنی کتاب''پاکستان میں جسم فروشی'' کے صفحہ ۱۳۸ پر ہجڑوں کے گرو کے بقول لکھتی ہیں:۔

''داتا صاحب کے میلے کے موقع پر اتنے زیادہ گاہک آ جاتے

ہیں کہ ہم کو بعض اوقات کرائے پر ہجڑے لانے پڑتے ہیں اور ہم اوکاڑہ ، ملتان ، فیصل آباد اور قصور سے ہجڑوں کو خصوصی طور پر لاہور بلوا لیتے ہیں۔ اس موقع پر ہماری آمدن بڑھ جاتی ہے۔''

اسی کتاب میں ضیاء الحق کے متعلق لکھا ہے کہ:۔

''یہ بات ہمیشہ زبان زد عام رہی ہے کہ سیاستدان کا کردار داغدار ہوتا ہے ۔عوام یہ جانتے ہیں کہ مقتدر شخص جنسی بے راہ روی کے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ ہمارے ملک کی غالب آبادی کا بڑا حصہ جنرل ضیاء الحق کی اسلامی طبع کا مکمل معترف رہا اور ضیاء الحق کی صورت میں ایک سچا، پکا اور کردار کا غازی شخص ان کے سامنے رہا لیکن جب معلومات کا بہاؤ تیز ہوا تو معلوم ہوا کہ ایک سابق ڈی آئی جی پولیس حاجی حبیب الرحمان کے مطابق ضیاء الحق نا صرف خوبصورت عورتوں کا رسیا تھا بلکہ وہ غیر ملکی عریاں فلمیں بڑے شوق سے دیکھا کرتا تھا اور ایک بار اس نے یہ فلمیں دیکھیں تو صبح اپنے پرانے دوست عطا ربانی شیفتہ کو کہا ''یار ہماری بیویاں تو گائیں بھینسیں ہیں، اصل عورتیں تو مغربی ممالک کی ہیں۔'' عطا ربانی شیفتہ کے بارے میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ وہ خود صدر محترم کے لیے خوبصورت اور نوجوان لڑکیوں کا بندوبست کرتا رہا ۔ بہت عرصے تک یہ الزام بھی لگایا جاتا رہا کہ صدر ضیاء الحق نے معروف گلوکارہ شمسہ کنول کے ساتھ باقاعدہ شادی کر رکھی تھی لیکن شمسہ کنول نے کبھی بھی اس الزام کی تصدیق یا تردید نہیں کی۔''

(پاکستان میں جسم فروشی صفحہ ۶،۵)

جنتی گوشت

حضرت اسماعیلؑ کے بجائے جس مینڈھے کو ذبح کیا گیا تھا اسکا گوشت درند و پرند نے کھایا تھا اس لیے کہ اس کا پکانا مشکل بلکہ ناممکن تھا کیونکہ جنتی گوشت پر آگ اثر انداز نہیں ہوتی۔

(فتاویٰ حقانیہ جلد دوم صفحہ ۴۷)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا نہیں نہ کسی کان نے ان کی تعریف سنی ہے نہ ہی ان کا تصور کسی آدمی کے دل میں پیدا ہوا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الجنتہ وصفتہ ونعیمھا)

مانگے تانگے کا کھانا

اکثر مولوی لوگ خیرات پر پلے ہیں۔ ان کے مدرسوں میں پڑھنے والے بچے بھی مانگے تانگے کا کھانا کھا کے جوان ہوتے ہیں۔ جس ملک میں خیرات پر پلنے والے بڑھتے ہی چلے جائیں وہاں بے غیرتی راج کرتی ہے۔ مولوی اور مدرسہ کے طالب علم میں صرف یہ فرق ہوتا ہے کہ مولوی خیرات سے زیادہ حصہ لیتا ہے اور طالب علم کم ۔ ایک دن مدرسہ کا یہی طالب علم مولوی کی سب مکاریوں سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بھی بڑا مولوی بن جاتا ہے۔ اور وہ طالب علم جو خیرات سے نفرت کرتا ہے وہ عطاء الحق قاسمی اور ممنون حسین بن جاتا ہے۔ (مرسلہ: جہانگیر خان ۔لندن)

عماموں اور تسبیحوں کا مکر

علامہ عنایت اللہ مشرقی نے کہا تھا کہ:۔

''مفتیان کرام! خُدا کی ذات پر یہ افتراء نہ باندھو اور نہ اس کذب بیانی سے کام لو کہ آخرت کے بارے میں قیامت کے روز خُدا یہ وعدہ پورا کرے گا کہ کفار کے چہرے بدصورت ہوں گے اور تمہاری شکلیں جگمگا رہی ہوں گی۔ حالانکہ تم پر وہ قیامت آچکی ہے کہ تمہاری صورتیں بگڑ چکی ہیں۔ تمہاری یہ غلط فہمی بھی ختم ہو جانی چاہیے کہ تمہیں یہ ذلت و مسکنت کی یہ راہ خدا نے دکھائی ہے بلکہ یہ تمہارے عماموں اور تسبیحوں کا مکر اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔''

(کافر کون لوگ ہیں؟ صفحہ ۱۱۴ از علامہ عنایت اللہ مشرقی)

نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''جس شخص سے علم کی کوئی بات پوچھی جائے اور وہ اسے چھپائے تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جائے گی۔'' (مسند احمد جلد ۲ روایت ابو ہریرہؓ حدیث ۷۹۳۰)

کیا آپ جانتے ہیں؟

بریسٹ کینسر

ماہرین کے مطابق دنیا بھر میں ہر آٹھ میں سے ایک خاتون چھاتی کے سرطان میں مبتلا ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ بریسٹ کینسر سے بچاؤ کے لیے خواتین کو ورزش کرنی چاہیے، مناسب خوراک اور خود سے اپنا معائنہ کرنا بھی ضروری ہے، اگر سینے یا بازو کے نیچے کوئی گلٹی یا جلد پر خراشیں محسوس ہوں تو فوراً ڈاکٹر سے رجوع کیا جائے۔ اگر بروقت تشخیص ہو جائے تو اس مہلک مرض کا علاج ممکن ہے۔ پاکستان میں بریسٹ کینسر سے سالانہ چالیس ہزار خواتین موت کا شکار ہو جاتی ہیں۔

وکیش کمبل

بدھ کے وقت میں وکیش کمبل نام کا ایک فرقہ تھا، جس میں بال کو بڑھا کر کمبل کی طرح استعمال کرنے کو مکمل ہونے کا پیمانہ مانا جاتا تھا۔ (دوسرا باب۔ تھارتھ گیتا۔ شری مد بھگود گیتا)

مذکر مؤنث

عام قاعدہ یہ ہے کہ جس ہندی لفظ کے آخر میں حرف ''ا'' یا ''ہ'' ہوتی ہے وہ بطور مذکر بولا جاتا ہے جیسے میرا کوڑا، اس کا جوتا۔ اور جس لفظ کے آخر میں یائے معروف ہوتی ہے وہ بطور مؤنث استعمال ہوتا ہے۔ جیسے میری کہانی۔ گوروں کی چھاؤنی۔

اوپر کے قاعدے کے بموجب ایسے انگریزی یا کسی اور زبان کے لفظ جو اردو میں مستعمل ہیں اور جن کے آخر میں الف ہے مُذکّر بولے جاتے ہیں جیسے آج کی مجلس کا ایجنڈا بڑا لمبا ہے۔ ایسے لفظوں کے آخر میں اگر یائے معروف ہو تو مؤنث سمجھے جائیں گے جیسے پنجاب کی یونیورسٹی بڑی اچھی ہے۔

ملکوں یا شہروں کے نام بھی اسی ذیل میں شامل ہوں گے جیسے اٹلی ہارے گی، جرمنی ضرور جیت جائے گی، ترکی لڑائی میں شامل نہیں ہوگی، راولپنڈی لُٹ گئی، بمبئی تباہ ہوگئی۔

صحیح۔ غلط

یہاں ٹکٹیں بکتی ہیں۔ کہنا غلط ہے۔
یہاں ٹکٹ بکتے ہیں۔ کہنا صحیح ہے۔
ابھی ای میل نہیں آیا۔ کہنا غلط ہے۔
ابھی ای میل نہیں آئی۔ کہنا صحیح ہے۔
پانچ لڑکے اور ایک لڑکی دروازے پر کھڑے ہیں۔ کہنا غلط ہے۔
پانچ لڑکے اور ایک لڑکی دروازے پر کھڑی ہے۔ کہنا صحیح ہے۔
سپاہی اور تھانہ دار دروازے پر کھڑے ہیں۔ کہنا غلط ہے۔
سپاہی اور تھانہ دار دروازے پر کھڑا ہے۔ کہنا صحیح ہے۔
عابدوں کو بہشت ملے گی۔ کہنا غلط ہے۔
عابدوں کو بہشت ملے گا۔ کہنا صحیح ہے۔
ان کو کئی تاریں دیں یا میری چھت پر بجلی کی تاریں گری ہیں۔ کہنا غلط ہے۔ ان کو کئی تار دیے یا میری چھت پر بجلی کے تار گرے ہیں۔ کہنا صحیح ہے۔

سؤر بھی میری مدد کریں

سید عطا اللہ شاہ بخاری نے کہا تھا:

''تمام عمر انگریزوں سے لڑتا رہا اور لڑتا رہوں گا۔ اگر اس مہم میں سؤر بھی میری مدد کریں تو مَیں ان کا منہ چوم لوں گا۔ مَیں تو ان چیونٹیوں کو شکر کھلانے کے لیے تیار ہوں جو ''صاحب بہادر'' کو کاٹ کھائیں۔''

(سید عطا اللہ شاہ بخاری سوانح وافکار از شورش کاشمیری)

انسانی تہذیب کا ارتقاء

کانگو کے کئی قبیلوں میں با قاعدہ شرکت کی رسم ختنہ کی صورت میں ادا ہوتی۔ اگر نوجوان جھرجھری لیتا یا چیختا تو اس کے رشتہ داروں کو پیٹ دیا جاتا اور اس کی ہونے والی دلہن جو اس رسم کو بغور دیکھتی اسے حقارت کے ساتھ یہ کہہ کر مسترد کر دیتی کہ اسے اپنے خاوند کے طور پر ایک لڑکی قبول نہیں۔

گالا خواتین نے چھ پونڈ وزن کی بالیاں پہنی ہوتی تھیں۔ بعض ڈنگا عورتیں پچاس پونڈ وزن کے زیورات سے لدی ہوتی تھیں، ایک افریکی حسینہ تانبے کی بالیاں پہنتی تھی، جو دھوپ میں گرم ہو جاتیں۔ چنانچہ اسے ایک ملازم رکھنا پڑا تا کہ وہ ان پر سایہ کر سکے یا اسے پنکھا جھلے۔ وابو نیاس کی ملکہ بیس پونڈ وزنی پیتل کا کالرلٹکائی رکھتی۔ چنانچہ اسے تھوڑی دیر بعد آرام کیلئے لیٹنا پڑتا تھا۔ غریب عورتیں ان کے نقشہ قدم پر چلنے کی کوشش کرتیں۔

(انسانی تہذیب کا ارتقاء از ول ڈیورانٹ مترجم تنویر جہاں)

غیرت کے نام پر قتل

دنیا میں سالانہ پانچ ہزار خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔ پچاس فیصد خاوندوں کے ہاتھوں ہلاک ہوتی ہیں۔ پاکستان میں سالانہ ایک ہزار خواتین غیرت کے نام پر قتل کر دی جاتی ہیں۔خواتین پر تشدد کے پنجاب میں ۵۴۸۷ واقعات رپورٹ کئے گئے۔ سندھ میں 1447۔ خیبر پختونخواہ میں 736 اور بلوچستان میں 136 واقعات رپورٹ کئے گئے۔

X کے نشان والی پتلونیں

قومی اتحاد کی جانب سے شروع کی جانے والی تحریک نظام مصطفیٰ کے دوران فوج کے خلاف ۱۹۷۱ء کے سقوط ڈھاکہ کے حوالے سے نعرے بھی لگائے گئے۔ لاہور میں x کے نشان والی پرانی پتلونیں فوجی دستوں پر پھینکی گئیں اور نعرے لگائے گئے کہ ''یہ وہ پتلونیں ہیں جو آپ ڈھاکہ چھوڑ آئے تھے'' بھارت نے ہمارے فوجی جنگی قیدیوں کو واپسی پر x کے نشان والی پتلونیں پہنائی تھیں۔ (حساس ادارے از بریگیڈیئر سید احمد شہزاد ترمذی۔ صفحہ ۳۳)

کانا دجال

عرفان احمد خان صاحب نے ۱۹۷۷ء میں قومی اتحاد کی طرف سے چلائی جانے والی تحریک نظام مصطفیٰ کے بارے لکھا ہے:۔

''اس وقت تو مُلّا کا واحد مقصد بھٹو پر ہر حوالے سے وار کرنا، گرد اڑانا، اسے ذلیل کروانا اور اقتدا سے ہٹانا تھا۔ (گویا تحریک نظام مصطفیٰ ایک دھوکہ تھا) اس تحریک کے نتیجے میں نظام مصطفیٰ تو نہ آیا ضیاء الحق جیسا کانا دجال آ گیا جس کا ملاؤں کو ہمیشہ انتظار رہا ہے۔ ملاؤں کی جیبیں امریکی ڈالروں سے گرما گرم تھیں۔ ISI کی Sponsord اذانیں دے دے کر وہ فارم میں آئے ہوئے تھے۔'' ''ضیاء الحق امام مسجد کا بیٹا تھا یعنی بچپن ہی سے مانگے تانگے کے کھانے پر پلا تھا اور ذات کا آرائیں تھا، آنکھ ٹیڑھی ہونے کی وجہ سے پرسنلٹی تھی ہی نہیں۔'' (پاکستان پہ کیا گزری؟ باب ۱۶)

voyager one

voyager one خلاء میں سب سے زیادہ دوری پر پہنچنے والا واحد Space Probe ہے۔ جو اب تک بیس ارب سے زائد کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکا ہے۔ 1990ء میں جب voyager one نظامِ شمشی سے نکلنے لگا تھا تو کارل سیگن نے ناسا سے خصوصی درخواست کی کہ voyager one کا کیمرہ زمین کی طرف موڑا جائے تا کہ دیکھا جا سکے کہ زمین چھ ارب کلومیٹر سے کیسے لگتی ہے۔ اور ہماری کائنات میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ اس تصویر کو موہم نیلا نکتا pale blue dot کا نام دیا گیا۔ اس تصویر میں زمین ایک پکسل سے بھی چھوٹی دکھائی دیتی ہے۔ voyager one دو ہزار پچیس تک سفر کرتی رہے گی۔ اس کے بعد اس کا نظام بیکار ہو جائے گا۔

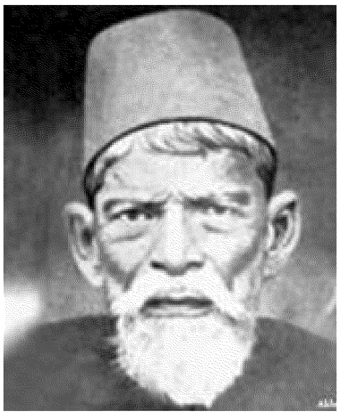

شعروادب

اکبر حسین الٰہ آبادی

طنزیہ ومزاحیہ شاعری میں شہرت پانے والے مشہور شاعر اکبر الٰہ آبادی ۱۶ نومبر ۱۸۴۶ء کو داؤد نگر ضلع شاہ آباد میں پیدا ہوئے۔ بعدازں الٰہ آباد منتقل ہوگئے۔اکبر کا پورا نام اکبر حسین اور اکبر تخلص تھا۔اکبر کے والد کا نام تفضّل حسین تھا۔وہ انگریزی فوج میں صوبیدار تھے۔اکبر کو فارسی،عربی اور انگریزی میں مہارت حاصل تھی۔اکبر نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بطور عرضی نویس کیا بعد ازاں ۱۸۸۶ء کو الٰہ آباد میں جج کے عہدے پر فائز ہوئے۔اکبر نے تین شادیاں کیں۔۱۷ برس کی عمر میں پہلی شادی ہوئی۔پہلی بیوی زمیندار خاندان سے تعلق رکھتی تھی، دیہاتی اور عمر میں بڑی ہونے کی وجہ سے اکبر کو پسند نہ آئی، تاہم اس بیوی کے بطن سے دو بیٹے عابد حسین اور نذیر حسین پیدا ہوئے۔دوسری بیوی ''لوٹا جان'' نامی طوائف تھی۔تیسری بیوی کا نام فاطمہ صغریٰ تھا ان کا تعلق ایک معزز گھرانے سے تھا۔اس سے ان کو دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی۔بیٹوں کے نام ہاشم حسین اور عشرت حسین تھے۔

اکبر کو شاعری کا ملکہ قدرت سے حاصل ہوا تھا۔انہوں نے ۱۱ برس کی عمر سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔اکبر الٰہ آباد کے مشہور شاعر غلام حسین وحیدؔ سے اپنے شعروں میں اصلاح لیتے تھے۔خواجہ حیدر علی آتشؔ سے بھی اصلاح لیتے رہے۔جب نوجوانی کا جوش اور طبیعت رنگین تھی اکبر نے بھی اپنی شاعری کا آغاز غزل سے ہی کیا۔اس دور میں اکبر نے مشاعروں میں اپنے استاد کے ساتھ جانا شروع کیا۔اکبر کو گانے کا شوق تھا، اکثر مجروں میں شرکت کرتے تھے۔ارباب نشاط سے دلچسپی رکھتے تھے۔اس لیے ان کی غزلوں میں اس دور کی رنگینیاں دکھائی دیتی ہیں۔

روائتی لب ولہجہ میں محبوب کے ہجر ووصال کا بیان،

لطف و بیان، زبان کے چٹخارے، قافیہ پیمائی جیسی خصوصیات اکبر کی غزل میں موجود ہیں۔ان کے اس دور کے شعر داغؔ کی شاعری یاد دلاتے ہیں۔

جماتی ہے لب نازک پہ ان کے رنگ اپنا
یہ شوخیاں تو ذرا دیکھو سرخی پان کی
جس حسیں سے ہوئی الفت وہی معشوق اپنا
عشق کس چیز کو کہتے ہیں محبت کیسی

اکبر الٰہ آبادی کو پیروڈی شاعری کا موجد مانا جاتا ہے۔اکبر الٰہ آبادی کی شاعری کا وہ دور جس نے اکبر کی شاعری کو انفرادی شان بخشی وہ ۱۸۷۷ء سے شروع ہوتا ہے جب ان کے اصلاحی مضامین اور نظمیں پندرہ روزہ اخبار ''اودھ پنچ'' میں شائع ہونا شروع ہوئے۔جہاں ان کی سیاسی اور سماجی مسئلوں پر طنزیہ و مزاحیہ شاعری نے لوگوں کو متاثر کیا وہاں ان پر انگلیاں بھی اٹھیں کیونکہ اکبر مغرب اور مغربی تعلیم کے علاوہ خواتین کی تعلیم کے خلاف بھی لکھتے تھے۔سر سید احمد خاں جو مسلمانوں میں بیداری پیدا کرنے کے لیے جدید علوم کی طرف راغب کر رہے تھے اور اس غرض کے لیے علی گڑھ کالج بھی قائم کیا، ان پر بھی پھبتیاں کسیں۔اکبر نے کہا

تعلیم جو دی جاتی ہے ہمیں وہ کیا ہے؟ فقط بازاری ہے
جو عقل سکھائی جاتی ہے وہ کیا ہے ؟ فقط سرکاری ہے
صیاد ہنر دکھلائے اگر تعلیم سے سب کچھ ممکن ہے
بلبل کے لیے کیا مشکل ہے اُلو بھی بنے اور خوش بھی رہے

چھوڑ لٹریچر کو اپنی ہسٹری کو بھول جا
شیخ و مسجد سے تعلق ترک کر اسکول جا
چار دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ
کھا ڈبل روٹی ، کلرکی کر ، خوشی سے پھول جا

اکبر الہ آبادی نے جہاں مشرقیت سے محبت اور مغربیت سے نفرت کا اظہار کیا ہے وہاں وہ جدید تعلیم کے خلاف بھی نہیں ہیں، بس اتنا چاہتے ہیں کہ جدید تعلیم کے نشے میں اپنی حقیقت نہ بھولیں۔ان کا ایک بیٹا عشرت حسین تعلیم حاصل کرنے گیا تھا۔وہ لندن میں سات برس رہا اور گوری سے شادی کے علاوہ مغربی اثرات بھی قبول کیے۔ایک نظم میں اکبر الہ آبادی نے اس کا ذکر بھی کیا ہے۔اکبر الہ آبادی کہتے ہیں۔

تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اُڑو چرخ پہ جھولو
لیکن ایک سخن بندہء عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

اکبر الہ آبادی کی تصانیف کی کل تعداد تین ہے۔۱۔گنج نسیاں۔۲۔کلیات اکبر۔۳۔مکاتب اکبر۔اکبر الہ آبادی کے طنز و مزاح کے لیے استعمال کیے گئے مخصوص الفاظ جیسے مِس، ڈبل روٹی، کالج، اونٹ، جمن، بدھو ماں وغیرہ کا استعمال کرنے پر مخزن لاہور نے انہیں ''لسان العصر'' کا خطاب دیا۔۱۸۸۶ء میں جب اکبر الہ آبادی مغربیت کے خلاف محاذ کھولے بیٹھے تھے انگریزوں کی طرف سے انہیں ''خان بہادر'' کا خطاب عطا کیا گیا۔جسے قبول کرلیا گیا۔

مسلمانوں کی اصلاح کے لیے انہیں شاعری اور شعر کی زبان میں ان کی حقیقت سے روشناس کرانے والا یہ بزرگ شاعر ۹ستمبر ۱۹۲۱ء کو الہ آباد میں انتقال ہوگیا۔

اکبر الہ آبادی۔انتخاب پیشوا انٹرنیشنل لندن

دل مرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بُت کے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا
سید اُٹھے جو گزٹ لے کے تو لاکھوں لائے
شیخ قرآن دکھاتے پھرے پیسہ نہ ملا
صدیوں فلاسفی کی چناں اور چنیں رہی
لیکن خدا کی بات جہاں تھی وہیں رہی
واعظ تو بناتے ہیں مسلمان کو کافر
افسوس یہ کافر کو مسلماں نہ کریں گے
شیخ کی مجلس میں بھی مفلس کی کچھ پرسش نہیں
دین کی خاطر سے دنیا کو طلب کرنا پڑا
ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا
شیخ صاحب برہمن سے لاکھ برتیں دوستی
بے بھجن گائے تو مندر سے ٹکا ملتا نہیں
مذاق عشق نہیں شیخ میں یہ ہے افسوس
یہ چاشنی بھی جو ہوتی تو کیا سے کیا ہوتے
یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کے فرعون کو کالج کی نہ سوجھی
بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا
برق کے لیمپوں سے آنکھوں کو بچائے رکھنا
روشنی آتی ہے اور نور چلا جاتا ہے
کالج سے جنہیں امیدیں ہیں مذہب کو بھلا کا مانیں گے
مغرب کو تو پہچانا ہی نہیں قبلے کو وہ کیا پہچانیں گے
جنت بنا سکے گا ہرگز نہ کوئی اس کو
دنیا یوں ہی چلے گی ، اکبر یوں ہی چلے گی

”بچا لیا مجھے طوفاں کی موج نے ورنہ“

مسرتوں کو یہ اہل ہوس نہ کھو دیتے
جو ہر خوشی میں ترے غم کو بھی سمو دیتے

کہاں وہ شب کہ ترے گیسوؤں کے سایے میں
خیال صبح سے ہم آستیں بھگو دیتے

بہانے اور بھی ہوتے جو زندگی کے لیے
ہم ایک بار تری آرزو بھی کھو دیتے

بچا لیا مجھے طوفاں کی موج نے ورنہ
کنارے والے سفینہ مرا ڈبو دیتے

جو دیکھتے مری نظروں پہ بندشوں کے ستم
تو یہ نظارے مری بے بسی پہ رو دیتے

کبھی تو یوں بھی امنڈتے سرشک مجروحؔ
کہ میرے زخم تمنا کے داغ دھو دیتے

مجروحؔ سلطان پوری

”ہم نے سر گرتے ہوئے دیکھے ہیں“

پیچ رکھتے ہو بہت صاحبو دستار کے بیچ
ہم نے سر گرتے ہوئے دیکھے ہیں بازار کے بیچ

باغبانوں کو عجب رنج سے تکتے ہیں گلاب
گل فروش آج بہت جمع ہیں گلزار کے بیچ

قاتل اس شہر کا جب بانٹ رہا تھا منصب
ایک درویش بھی دیکھا اسی دربار کے بیچ

کج ادائیوں کی عنایت ہے کہ ہم سے عشاق
کبھی دیوار کے پیچھے کبھی دیوار کے بیچ

تم ہو ناخوش تو یہاں کون ہے خوش پھر بھی فرازؔ
لوگ رہتے ہیں اسی شہر دل آزار کے بیچ

احمد فرازؔ

فقیر کی گالی، عورت کے تھپڑ اور شاعر یا مسخرے کی بات سے آزردہ نہیں ہونا چاہیے۔ یہ قول فیصل ہمارا نہیں، مولنا عبید زاکانی کا ہے۔ مزاح نگار اس لحاظ سے بھی فائدے میں رہتا ہے کہ ممکن ہے، اس میں بھی تفنن کا کوئی لطیف پہلو پوشیدہ ہو، جو غالباً موسم کی خرابی کے سبب اس کی سمجھ نہیں آ رہا۔ اس بنیادی حق سے دستبردار ہوئے بغیر، یہ تسلیم کر لینے میں چنداں مضائقہ نہیں کہ ہم زبان اور قوائد کی پابندی کو تکلف زائد تصور نہیں کرتے۔ یہ اعتراف عجز اس لیے اور بھی ضروری ہے کہ آج کل بعض اہل قلم بڑی کوشش اور کاوش سے غلط زبان لکھ رہے ہیں۔ ہاں کبھی کبھار بے دھیانی یا محض آلکس میں صحیح زبان لکھ جائیں تو اور بات ہے۔ بھول چوک کس سے نہیں ہوتی۔　　(مشتاق احمد یوسفی کے مضمون دست زلیخا سے اقتباس)

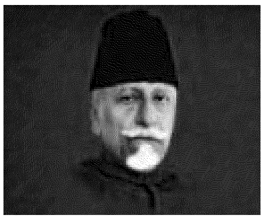

’’دل آئینہ ہے جلوہ نما اور ہی کچھ ہے‘‘

ان شوخ حسینوں کی ادا اور ہی کچھ ہے　　اور ان کی اداؤں میں مزا اور ہی کچھ ہے
یہ دل ہے مگر دل میں بسا اور ہی کچھ ہے　　دل آئینہ ہے جلوہ نما اور ہی کچھ ہے
ہم آپ کی محفل میں نہ آنے کو نہ آتے　　کچھ اور ہی سمجھے تھے ہوا اور ہی کچھ ہے
بے خود بھی ہیں ہشیار بھی ہیں دیکھنے والے　　ان مست نگاہوں کی ادا اور ہی کچھ ہے
آزاد ہوں اور گیسوئے پیچاں میں گرفتار　　کہہ دو مجھے کیا تم نے سنا اور ہی کچھ ہے

مولانا ابوالکلام آزاد

’’تجھے کرنا ہے جو کچھ آج کر لے‘‘

نوید وَصل یار آئے نہ آئے　　برابر ہے بہار آئے نہ آئے
تجھے کرنا ہے جو کچھ آج کر لے　　کہ پھر یہ روزگار آئے نہ آئے
کیے جا درد دل اے نامرادی　　کسی کو اعتبار آئے نہ آئے
کوئی پرساں نہ ہو جب حال بد کا　　تمنا سوگوار آئے نہ آئے
جو وہ بالفرض ہو پرسش پہ مائل　　دل بسمل قرار آئے نہ آئے
ستم سے جب تلافی ہو ستم کی　　تمہیں کہہ دو کہ پیار آئے نہ آئے
آثر ہے اور لذت بے خودی کی　　وہ جان انتظار آئے نہ آئے

آثر لکھنوی

دلی میں ایک نواب کے مکان پر مختصر سی محفل تھی۔ جس میں زیادہ تر شعراء پینے والوں میں سے تھے، جب دور چل رہا تھا، تو نواب صاحب نے پانی مانگا۔ اس پر جوش صاحب نے فرمایا: ’’پانی پی پی کو ستے ہیں ہمیں‘‘ اور شعراء کو مصرع لگا کر مطلع بنانے کا چیلنج دیا۔ جب کوئی بھی ہم قافیہ مصرع نہ لگا سکا تو خود ہی کہنے لگے۔

پالتے ہیں نہ پوستے ہیں ہمیں　　پانی پی پی کو ستے ہیں ہمیں

کاہل اور سست لوگوں نے اپنے لیئے ایسے عذر تلاش کر لیے ہیں جو گناہ سے زیادہ قابل نفرت ہیں۔ خلیل جبران

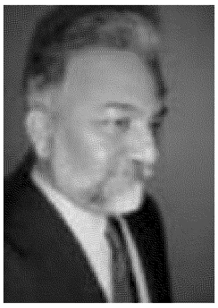

”یہ محبت انہیں نصیب کہاں، جن پہ اُس یار کی نظر ہی نہ ہو“

طارق احمد مرزا۔ (آسٹریلیا)

بیخودی یا شعور کی باتیں ، جذب و مستی، سرور کی باتیں
زیب دیتی نہیں اُسے پیارو ، جس کو اُس یار کی خبر ہی نہ ہو

دلنشیں، دلربا، افق تا افق ، مہر و لطف و جمال کا عالم
ان کی آنکھوں سے رہ گیا اوجھل ، جن کی اُس یار پہ نظر ہی نہ ہو

خوف ہوتے ہی امن بھر دینا، پھر عِنایاتِ خاص بھی کرنا
یہ محبت انہیں نصیب کہاں ، جن پہ اُس یار کی نظر ہی نہ ہو

بیچ گرداب ڈوبتے لوگو ایک لمحے کو سوچ تو لیتے
ہاتھ ٹھکرا رہے ہو تم جس کا ، اِس زمانے کا وہ خضر ہی نہ ہو

کیوں اندھیرا ہے یہ چراغ تلے، حاکمِ وقت تم ہی بتلاؤ
درد سارے جہاں کا ہو دل میں، اور گھر کی کوئی خبر ہی نہ ہو

آتشِ ظلم و جور، دار و رسَن ، نہ ہلا پائیں گے ہمارے قدم
تم نے یہ کس طرح سے سوچ لیا، کوئی منصور ہو، نڈر ہی نہ ہو

تم لگالو نسیم پر پہرے ، ہاں مگر کس طرح یہ ممکن ہے
بعد مدت کے اِک گلاب کھلے ، تتلیوں کو مگر خبر ہی نہ ہو

یاس و حسرت ،شکست و رسوائی ، جو لکھی ہے تمہاری قسمت میں
دیکھنا اے مرے غنیم کہیں یہ مری آہ کا اثر ہی نہ ہو

ماورائے حیاتِ کون و مکاں روح کا یہ سفر تو جاری ہے
جسمِ خاکی نہیں ہے گھر ایسا ، زندگی جس بِنا بسر ہی نہ ہو

اتنا بے دست و پا نہیں طارق ، کوچۂ یار تک بھی پہنچوں گا
یہ تو ممکن نہیں کہ جیتے جی اُس طرف سے مرا گزر ہی نہ ہو

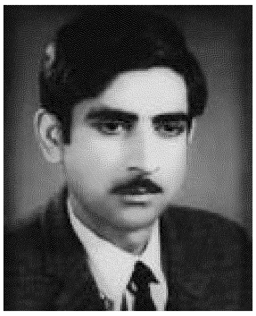

”وہ زندہ لوگ مرے گھر کے جیسے مر سے گئے“

عبیداللہ علیم

عذاب آئے تھے ایسے کہ پھر نہ گھر سے گئے
وہ زندہ لوگ مرے گھر کے جیسے مر سے گئے

ہزار طرح کے صدمے اُٹھانے والے لوگ
نہ جانے کیا ہوا اک آن میں بکھر سے گئے

بچھڑنے والوں کا دُکھ ہو تو سوچ لینا یہی
کہ اک نوائے پریشاں تھے رہ گزر سے گئے

ہزار راہ چلے پھر وہ رہ گزر آئی
کہ اک سفر میں رہے اور ہر سفر سے گئے

کبھی وہ جسم ہوا اور کبھی وہ روح تمام
اسی کے خواب تھے آنکھوں میں ہم جدھر سے گئے

یہ حال ہو گیا آخر تری محبت میں
کہ چاہتے ہیں تجھے اور تری خبر سے گئے

مرا ہی رنگ تھے تو کیوں نہ بس رہے مجھ میں
مرا ہی خواب تھے تو کیوں مری نظر سے گئے

جو زخم زخم زباں بھی ہے اور نمو بھی ہے
تو پھر یہ وہم ہے کیسا کہ ہم ہنر سے گئے

’’عجیب شور سا مجھ میں اُتر گیا چپ چاپ‘‘

جمشید آعظم چشتی ۔(پاکستان)

رکا ہوا تھا جو لمحہ گزر گیا چپ چاپ　　مہک کے ساتھ ہی غنچہ بکھر گیا چُپ چاپ
نگل گیا ہوں مَیں جذبات کے طلاطم کو　　عجیب شور سا مجھ میں اُتر گیا چُپ چاپ
قدم اُٹھایا تو دہلیز کانپ اُٹھی گھر کی　　یہ برگِ خشک یہاں کون دھر گیا چُپ چاپ
غروبِ مہر کا نظارہ کر رہا تھا مَیں　　خبر نہیں میرا سایہ کدھر گیا چُپ چاپ
مَیں کس کو گھور رہا تھا ، مجھے خبر نہ ہوئی　　خلا سے کوئی مری آنکھ بھر گیا چُپ چاپ
تمام جذبے اگر اس سے منسلک تھے مرے　　تو مجھ کو دیکھ کے وہ کیوں گزر گیا چُپ چاپ
سفینے والے مجھے ڈھونڈتے رہے جمشید　　بھنور کو لے کے مَیں تہہ میں اُتر گیا چُپ چاپ

چکوال میں شرپسندوں کا اشتعال

چکوال کے قریب ایک گاؤں دوالمیال نامی میں واقع احمدیوں کی مسجد دارالذکر پر جب شرپسندوں نے عید میلا د النبی ﷺ کے مبارک روز اسلامی تعلیمات اور سیرت رسول اللہ ﷺ کو پسِ پشت ڈال کر دھاوا بولا تو یقین مانیئے کوئی حیرانی نہیں ہوئی ۔عید میلا د کی رات کو مسجد کے سامان اور اسلامی لٹریچر کو نذر آتش کر کے روشن کرنا، مذہبی جنونیوں کا وطیرہ بن چکا ہے ۔جب سے پاکستان بنا ہے احراریوں اور پاکستان اور اسلام دشمن دوسری جماعتوں نے ایسی شرپسندیوں کو اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ اس طرح کے شیطانی اقدام کر کے یہ نا ہنجار اپنے ہونے کا احساس قوم کو دلاتے رہتے ہیں۔ دوالمیال کے رہائشیوں میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا کرنے والے ختم نبوت کے نام پر چندہ کھانے والے احراری تھے۔ ہاں یہ وہی احراری تھے جن کے متعلق مفکر احرار چوہدری فضل حق نے کہا تھا کہ ’’باسی کڑھی کے ابالے کی طرح ہم اُٹھتے ہیں اور پیشاب کے جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔‘‘ (تاریخ احرار صفحہ ۱۱۱) دوالمیال میں بھی احراریوں نے اپنی تاریخ کو دہراتے ہوئے باسی کڑھی کے اُبالے کی طرح جوش دکھاتے ہوئے ایک احمدیہ مسجد پر حملہ کیا مگر دو دن میں عین اپنی تاریخ کے مطابق پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ پاکستان کے نامور دانشور جناب احمد ندیم قاسمی اپنے ’’زلیخا‘‘ نامی افسانے میں لکھتے ہیں:۔ ’’جاہل عورتوں کے دو ہی تو کام ہیں یا ان پر جن آتے رہتے ہیں یا وہ بچے پیدا کرتی رہتی ہیں۔‘‘ معزز قارئین! بالکل اسی طرح جاہل مولوی کے بھی دو ہی کام ہیں یعنی ’’کڑھی کے ابالے کی طرح اچھلنا اور پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ جانا۔‘‘ جوڈیشنل انکوائری کا مطالبہ کرنے والے مولوی الیاس چنیوٹی کو ہم یہی کہہ سکتے ہیں ’’الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔‘‘

باتبصرہ خبریں

بھانڈ مسخرے: وزیر مملکت پانی وبجلی عابد شیر علی نے کہا ہے کہ اب چور ڈاکو بھی احتساب کی باتیں کررہے ہیں۔ لے پالک جہانگیر ترین اور پنڈی کا بھانڈ شیخ رشید خود ٹیکس چور ہیں۔ جہانگیر ترین شہباز شریف کے ڈرائیور تھے، عرب پتی کیسے بنے؟ بلاول اپنے انکل شرجیل میمن اور آنٹی ایان سے جواب مانگیں۔ جواب میں ترجمان بلاول ہاؤس نے کہا کہ عابد شیر علی اپنا مسخرہ پن چھوڑ دیں عابد شیر علی کے والد چوہدری شیر علی تو نون لیگ کو کرپٹ ہی نہیں بلکہ قاتل بھی قرار دیتے تھے۔ فیصلہ عابد شیر علی کریں کہ ان کے والد سچ بولتے ہیں کہ جھوٹ؟ (جنگ 27 نومبر 2016ء)

قارئین! یہ ہیں پاکستانی قوم کے راہنما یعنی چور، ڈاکو، لے پالک، بھانڈ، ٹیکس چور، مسخرے، کرپٹ، قاتل، ڈرائیور، ارب پتی اور جھوٹے۔

ٹوائلٹ ڈے: ۱۹ نومبر کو ورلڈ ٹوائلٹ ڈے منایا جاتا ہے۔ دنیا کی آبادی سات ارب سے زائد ہے اور ۳۱ ارب سے زائد افراد کے پاس ٹوائلٹ کی سہولت موجود نہیں۔ پاکستان میں تقریباً ساڑھے چار کروڑ افراد اس بنیادی سہولت سے محروم ہیں۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے مطابق جن ملکوں میں ٹوائلٹ کی سہولت سب سے کم ہے ان میں میں پاکستان کا تیسرا نمبر ہے۔

پاکستانی اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان کی آدھے سے زیادہ آبادی اس بنیادی سہولت سے محروم ہے۔ جہاں یہ سہولت موجود ہے وہاں اتنی گندگی ہوتی ہے کہ بندہ سانس بھی نہیں لے سکتا۔ جنہیں ہماری قوم کافر اور گندے کہتی ہے ان کے باتھ روم بھی صاف اور خوشبودار ہوتے ہیں۔ جب تک ذہن کا گند صاف نہ ہو صفائی کا شعور بھی بیدار نہیں ہوتا۔ جسے میری بات کا یقین نہ آئے وہ پی آئی اے کے جہاز میں سفر کرے یا پاکستان کی سڑکوں پر سفر کرے جہاں بھی باتھ روم میں جائے گا اسے دن میں تارے نظر آئیں گے۔ گندگی سے لتھڑی کھڈیوں اور کرسیوں پر بیٹھنے والے، مولویوں کی گندگیوں کے ساتھی بن کر سب کچھ کرتے ہیں بس صفائی نہیں کرتے۔ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ چوہدری ظفر اللہ خان نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ جس گھر کا باتھ روم گندا ہو اس گھر کا بھید کھل جاتا ہے۔

مذہب کا معاملہ: سپریم کورٹ کے جسٹس آصف سعید کھوسہ نے ایک احمدی طاہر مہدی کی درخواست ضمانت مسترد کرتے ہوئے ریمارکس دیے کہ بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں جس معاملے میں مذہب آجاتا ہے، وہاں قوانین پیچھے چلے جاتے ہیں۔ ملزم طاہر مہدی کے وکیل عابد حسن منٹو نے عدالت سے درخواست کی تھی کہ ملزم پر گستاخانہ مواد کی اشاعت کا الزام جھوٹا ہے اور ملزم ۸ ماہ سے بغیر کسی عدالتی کاروائی کے جیل میں بند ہے۔

قارئین کرام! ''بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی'' آگ کیسے نہ لگے ایسے معاشرے کو جس میں انصاف کو مذہب کھا جاتا ہو۔ جہاں تک ہمیں علم ہے مذہب ناانصافی کی تعلیم نہیں دیتا۔ انتہا ہے ہماری عدالتوں میں بیٹھے منصفوں کی بے بسی کی۔ یہ انصاف کرنے کے ذمہ دار نہ نام نہاد مذہب کے ٹھیکیداروں پر گرفت کرسکتے ہیں اور نہ ہی ان سے خوف کھانے کی وجہ سے کسی سے انصاف کرسکتے ہیں۔ اگر یہی چلن رہا تو یقینی بات ہے کہ مظلوموں کی آہیں ان مذہبی شیطانوں اور منصفوں کو جلا کر راکھ کردیں گی۔ اگر موجودہ صورتحال پر غور کریں تو اس کا آغاز بہت پہلے سے ہوچکا ہے۔

اے مولوی! تیری ہر بات بور ہے	تیرا فقط دھندے پر زور ہے
ترے فتووں کی دکان بھی خوب چلتی ہے	ملک بھر میں کافر کافر کا شور ہے
تری بدزبانیوں نے قوم کو کنگال کر دیا	تیرا کہا ہرگز اسلام نہیں کچھ اور ہے
تُو کسی کا کیا اور کیسے بھلا کریگا	تیرا وجود فقط آفتِ ظلمت و جور ہے
تُو خیرات پر پل کر مولوی بنا ہے	بے شرمی راج کیسے نہ کرے تُو صدقہ خور ہے
میری قوم کی بدنصیبی کا باعث تُو ہے	کہ تیری شیطان کے ہاتھ میں ڈور ہے
کذب و بہتان قوم کا پیشہ بن گیا ہے	ایسا تو ہونا تھا یہ مولوی کا شیطانی دَور ہے
بے غیرتی و سنگدلی کا علاج محبت کا پیغمبر ہے	اے میری قوم یہ بات قابلِ غور ہے

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

Give us a call on 020 3674 7909

RH ACCIDENT CLAIM SERVICES LTD

free professional, friendly and confidential advice

24 Hours Phone Service - 7 Days a Week DIAL 07792998973

Have you been injured in an accident that wasn't your fault?

If so, we're here to help

REPLACEMENT CAR WITHIN 24 HOURS

Loss of earnings - Protection of no claim - storage and recovery - personal injury - replacement car

Road Accident

Personal Injury

Accident at Work

Fall, Slip & Trip

Personal Injury Specialist

No win No fee

2 London Road, SM4 5BQ Morden - Surrey

Opening Hours: Mon-Fri 10:00 - 17:00

Tel. 020 3674 7909 Mob. 077 9299 8973

Email: info@rhacs.co.uk

GB CONSTRUCTION GENERAL BUILDERS LTD
Building Services
•Building Renovations
•Brick Work
•Block Work
•Concrete Work
•Drainage
•Plastering
•Foundations & Bases
Home Improvements
•Fitted Bathrooms
•Fitted Kitchens
•Extensions
•Garage Conversions
•Loft Conversions
•Windows
Landscaping
• Driveways
• Block Paving
• Patio Areas
• Garden Walls
• Fencing
• Services
Electrical Services
• Installations
• Consumer Units
• Fuse boxes
• Re-Wiring
Offering Building Services throughout London
Email: info@rhac.co.uk - Tel: 020 36747909, 07792998973

پیشوا ہومیو کلینک
ادارہ پیشوا کی زیرنگرانی کام کرنے والا پیشوا ہومیو کلینک اپنے قارئین کی صحت کے متعلق مسائل کے حل کے لئے
مقررہ اوقات میں مفت مشورہ کی سہولت پیش کررہا ہے۔ آج ہی فون کرکے مفت مشورہ حاصل کریں یا براہ راست
جواب کے لئے ای میل کریں۔ اگر قارئین پیشوا ملاقات کے متمنی ہوں تو وقت طے کرنا ضروری ہے۔ (تمام ہومیو
ادویات تمام دُنیا میں بھیجنے کا انتظام موجود ہے)
اوقات کلینک
پیر تا جمعرات 13.00 PM تا 17.30 PM ---بروز جمعہ 15.30 PM تا 17.30 PM
2. London road , Morden Surrey , SM4 5BQ , U.K
Telephone Number Tel.020.36747909
peshwaltd@gmail.com....www.peshwa.co.uk